قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہ فصلّٰی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

الرشد

لاہور

نومبر ۱۹۹۱ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ

کے بیانات کی وِڈیو کیسٹس تیار ہو چکی ہیں

وِڈیو کیسٹ

رمضان المبارک			کیسٹ نمبر
۲۱	۲۲		۱
۲۳	۲۴	۲۵	۲
۲۶	۲۷	۲۸	۳
۲۹	۳۰		۴
تقریب رونمائی غبارِ راہ لاہور			۵
اجتماع لنگر مخدوم			۶

-/۲۵۰ روپے فی کیسٹ مع -/۱۰ روپے ڈاک خرچ، بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر ناظمِ اعلیٰ کے نام بھیج کر منگوا سکتے ہیں،

ناظم اعلیٰ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور

جلد: ۱۲ — شمارہ: ۳ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ، نومبر ۱۹۹۱ء

ایل نمبر ۸۶۰۷
ماہنامہ
المرشد
لاہور
یکے از مطبوعات: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ: دار العرفان چکوال

فہرست مضامین

اداریہ	۳
اللہ کے ساتھ بندے کا رشتہ	۵
مقام انسانیت	۱۱
ہمارے مسائل اور حل	۱۶
نکاح کی اہمیت	۲۴
صدقات	۲۸
سوال آپ کا جواب شیخ المکرم	۳۸
دار العرفان	۴۶

بدل اشتراک

فی پرچہ دس روپے، ششماہی ۵۵ روپے
چندہ سالانہ ۱۰۰ روپے، تاحیات ۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

	سالانہ	تاحیات
سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے	۲۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۵۵ سعودی ریال	۴۵۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۱۲ سٹرلنگ پونڈ	۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ و کینیڈا	۲۵ امریکن ڈالر	۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ: ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر: پروفیسر حافظ عبد الرزاق، پرنٹرز: طیب جمال، ریٹی گن روڈ لاہور

ماھنامہ **المُرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ،
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظمِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

جس دن سے مسلمان اپنے مرکز سے ٹوٹا ہے تو ٹوٹتا ہی چلا گیا ہے۔ اور یہ عمل آج بھی جاری ہے۔ مسلمان، ریاستوں، مملکتوں اور قوموں میں بٹ گیا۔ کوئی عربی بنا، کوئی ترک، کوئی پاکستانی بنا تو کوئی انڈونیشی۔ پھر فرقوں میں بٹ گیا۔ یوں ایک اسلام ختم ہوگیا اور سینکڑوں اسلاموں نے جنم لیا۔ ہر اسلام کا اپنا اپنا پیغمبر (صرف لفظ "پیغمبر" پر پابندی کی پابندی کرتے ہوئے) مختلف بھیس اور نام کے ساتھ مبعوث ہُوا۔

مسلمانوں نے مختلف سیاسی نظام اپنائے۔ یوں مسلمان کے ٹوٹے کرنے والا کوئی شہنشاہ بنا، کوئی ہمارا محافظ، کوئی جمہوریت بنا کر عوام کا لیڈر بنا، کوئی اشتراکیت کی کھال اوڑھ کر غریبوں کا قائد۔

اسلام کہاں گیا؟ سب ہی کہتے ہیں اسلام ایک "مکمل ضابطہ حیات" ہے۔ پھر اس میں سے "تکمیل" کہاں گئی؟ "ضابطہ" کون لے گیا؟ اور "حیات" مختلف نظاموں، ریاستوں، قوموں اور فرقوں میں کیسے بٹ گئی؟ یہ تقسیم در تقسیم کرنے والے کون تھے؟ اور اِس عمل کو جاری رکھنے والے کون ہیں؟ مخالف اور دشمن اقوام کو الزام دینا تو اصل مجرموں کی پردہ پوشی کرنا ہے۔ دُشمن تو دُشمن ہی ہے۔ وہ مسلمان کی ہر کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کا حق رکھتا ہے۔ اور وہ ایسا ہی کرے گا۔

ہر سیدھا سادہ، پڑھا لکھا یا اَن پڑھ مسلمان پورے خلوص کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اُس کے لیے اللہ، اُس کا رسُول ؐ اور اُس کی کتاب ہی سب کچھ ہے۔ اِسی میں اُس کی راہنمائی اور نجات ہے۔ اسلام میں ریاستوں اور سیاسی سرحدوں کی گنجائش نہیں، شہنشاہوں اور سیاسی لیڈروں کے لیے کوئی تخت، کوئی کرسی نہیں۔ کسی شیخ الاسلام کے لیے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد نہیں کسی پیرانِ پیر کے لیے کسی خانقاہ کی گنجائش نہیں۔ کسی مولوی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

پھر یہ لوگ اسلام سے اللہ، اُس کے رسُول ؐ اور قرآن کے احکام کو نکال کر خود کیسے گُھس آئے؟

جب تک یہ سیاسی اور مذہبی بُت مسمار نہیں کئے جائیں گے مرکز کی طرف لوٹ آنا ممکن نہیں۔ خلافت یا کسی اسلامی مملکت کا وجود میں آنا چند سادہ لوح مسلمانوں کا خواب ہی رہے گا۔

ہنود و یہود اور مغربی اقوام اُس وقت تک ہمیں رگڑتی اور پیٹتی رہیں گی جب تک ہم اسلام کا نام بدل کر کچھ اور نہ رکھ لیں۔

تاج رحیم

احوالِ دل

فقیر محمد اکرم

کہتا ضرور کچھ مگر طاقت نہیں رہی
دیکھا اُنہیں تو قوتِ گفتار کھو گئی

آنکھوں میں یوں بسے ہیں کہ دن رات ہر گھڑی
دیکھا جدھر بھی اُن سے مُلاقات ہو گئی

مَیں اور اُن کے حُسن کے اتنا قریب تر
بس شیخ کی میرے یہ کرامات ہو گئی

دیکھی جو کائنات تو آیا نہ کچھ نظر
اس حُسنِ بے مثال کی وسعت میں کھو گئی

آقا تیرے حضور کی لذت عجیب تر
اب ماسویٰ کی طلب ہی معدوم ہو گئی

موت و حیات کی جو تھی تفریق مٹ گئی
رُوح تیری بارگاہ میں پہنچی تو کھو گئی

دھڑکن تھی کائنات کے دِل میں حضور سے
معراج پر گئے تو وُہ خاموش ہو گئی

پلٹے تو اپنے ساتھ لائے گرمئ حیات
زندہ یوں کائنات کی آغوش ہو گئی

دُنیا سے پردہ حصہ ہے ازلی نظام کا
جب ہی حیات اُن کی بھی روپوش ہو گئی

دیکھیں جو زندگی کو تو رقصاں ہے چار سُو
اُنہی کے دم قدم سے یہ مدہوش ہو گئی

دیکھو فقیر عشق کی مستی بجا مگر
پہنچی تیرے حضور تو خاموش ہو گئی

اللہ کے ساتھ بندے کا رشتہ

مولانا محمد اکرم اعوان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کے جو طریقے ارشاد فرمائے اُن کا حاصل یہ نہیں تھا کہ جو نماز پڑھتا ہے اُس کی چوری نہیں ہوگی۔ جو روزے رکھے گا اُسے بھوک نہیں لگے گی۔ جو زکوٰۃ دے گا اُسے کبھی بیماری نہیں آئے گی۔ مقصد یہ نہیں تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اللہ سے تعلق کیسے قائم کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ اور یہ رشتہ کیسے قائم ہو جائے۔ اسی کا نام دین ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً ؕ وَ لَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ اَکۡبَرُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ﴾ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَ عَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿﴾ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ﴾ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿﴾ پارہ نمبر ۱۴ رکوع نمبر ۱۱۔ آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

زمانے کی رفتار میں عجب تاثیر ہے جس طرح کسی جگہ سے پانی گزرتا ہے تو اپنے راستے میں آنے والے خطوں حتیٰ کہ ہندوں تک کی شکل وصورت بدلتا رہتا ہے۔ بالکل غیر محسوس طریقے پر پاٹتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح سے زمانہ حالات اور کیفیات کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عالی کو چودہ سو سال بیت گئے۔ ان چودہ صدیوں کی روش سے روئے زمین پر بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ جن میں ایک بہت بڑی تبدیلی یہ ہے کہ آج ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اللہ کا احسان ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ آج ہم دین پر عمل کر کے احسان کرتے ہیں۔ آج ہم دین پر عمل کر کے احسان سمجھتے ہیں اللہ پر، اللہ کے رسول پر، آج اگر ایک آدمی پانچ وقت کی نماز پڑھ لیتا ہے۔ اگر ایک آدمی رمضان کے روزے رکھ لیتا ہے۔ اگر ایک آدمی زکوٰۃ دیتا ہے۔ اگر ایک آدمی حج کرتا ہے اگر آپ اُس آدمی کے وہ مطالبات پڑھیں جو اس نے اپنے دل میں نماز روزے اور حج کے بدلے چھپا رکھے ہیں تو وہ یہ چاہتا ہے میں نماز پڑھتا ہوں مجھے زکام بھی نہیں لگنا چاہیئے۔ میں نے روزے رکھے ہیں مجھے کھانسی بھی نہیں آنی چاہیئے یہ کیا ہوا کہ بخار بھی مجھے ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دین اس لیے نہیں دیا۔

دین نام ہے بندے کے تعلق کا جو اُسے اپنے مالک حقیقی سے

نصیب ہو اُس رشتے کا نام دین ہے۔ بندہ بندہ ہی رہتا ہے۔ بندہ نہ فرشتہ بنتا ہے نہ اللہ کی ذات سے متصل ہوتا ہے نہ اُس میں اللہ کی کوئی صفت آسکتی ہے۔ نہ اُس میں فرشتوں کی کوئی صفت آتی ہے۔ بندہ انسان ہی رہتا ہے۔ انسانی ضروریات بھی رہتی ہیں اسے بھوک بھی لگتی ہے اُسے نیند بھی آتی ہے۔ یہ سارا کچھ وہیں رہتا ہے۔ یعنی بندہ بنیادی طور پر بندہ بھی رہتا ہے فرق یہ پڑتا ہے کہ اُسے نورِ ایمان سے وہ بصیرت مل جاتی ہے جس سے اللہ کو وہ دیکھتا ہے وہ ذاتِ عظیم جو ہر جگہ موجود ہے۔ ہر گھڑی موجود ہے اور جسے کوئی بھی نہیں دیکھ رہا صرف مومن دیکھ سکتا ہے۔ جسے کوئی بھی اپنے قریب محسوس نہیں کرتا۔ نورِ ایمان اگر ہو تو مومن اُسے اپنے پاس محسوس کرتا ہے۔ تو جو طریقہ ہائے عبادت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے۔ اُن کا حاصل یہ نہیں تھا کہ جو نماز پڑھتا ہے اُس کی چوری نہیں ہوگی یا جو روزے رکھے گا اُسے بھوک نہیں لگے گی یا جو زکوٰۃ دے گا اُسے کبھی بیماری نہیں آئے گی۔ مقصد یہ نہیں تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اللہ سے تعلق قائم کیسے کیا جائے۔ بندے کے متعلق تو ہم کہتے ہیں مجھے پڑھنا لکھنا آتا ہے۔ ایک آدمی لکھ پڑھ نہیں سکتا مَیں اُس کو خط لکھ دیتا ہوں کوئی خط پڑھ دیتا ہوں، مَیں اُس کے کام آگیا وہ میرے کام آئے گا۔ ایک آدمی دیوار بنانا جانتا ہے اُس کے پاس رات کو کھانے کا کچھ نہیں دوسرے کو دیوار تو بنوانا ہے اُس کے پاس پیسے تو ہیں لیکن دیوار نہیں بنا سکتا اُس نے اُس کی اینٹیں لگا دیں اُس نے اُس کو اُجرت دے دی یہ تعلق تو ہو گیا۔

لیکن اللہ تو واحد ہے لاشریک ہے محتاج نہیں ہے ہمیں اُس کا کچھ نہیں کرنا۔ ہمارے لیے اُس کی کوئی غرض رُکی ہوئی نہیں ہے ہمیں اُس کو کچھ کما کر نہیں دینا تو پھر اُس کا ہمارا رشتہ کیسے ہے یہ رشتہ کیسے قائم کیا جائے۔ اِس کا نام دین ہے۔ اللہ کے نبی نے اللہ کے حکم سے یہ بتایا کہ یہ رشتہ قائم کرنے کے دو طریقے ہیں سب سے پہلا تو یہ ہے کہ ہم پہلے جیسا وہ ہے ویسا مانیں۔ ہر آدمی نے اپنے ذہن میں ایک تصویر بنا رکھی ہوتی ہے۔ دُنیا کا کوئی مذہب اللہ کے وجود کا منکر نہیں ہے۔ بُت پرست بھی سارے بُتوں کو شریک بناتے ہیں۔ اُس کی ذات کا انکار نہیں کرتے۔ اگر انکار کرتے تو پھر شریک کس بات کا اُس کی ذات کو مان کر پھر دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ ہندوؤں کو آپ دیکھیں، ہندوستان کے ہندوؤں کے جو دیوی اور دیوتا ہیں کتابی طور پر جس کے نام اور جس کی پُوجا ہوتی ہے معروف ہیں اُن کی تعداد کم و بیش چھتیس ہزار ہے۔ اِس برِصغیر میں ہندو قوم جتنے دیوی دیوتاؤں کو پُوجتی ہے اُن کی تعداد آپ جو کتابی اعتبار سے وہ چھتیس ہزار ہے۔ چھتیس ہزار دیوی دیوتاؤں کو پُوجنے والی قوم بھی کہتی ہے ایک مہادیو ہے جو ان سب کا اکیلا حکمران ہے تو ایک تصوّر آگیا نا ایسی ذات کا۔ لیکن یہ سارے کیوں کافر ہیں اِس لیے کہ انہوں نے اپنی طرف سے اُس کی ذات کے شریک مقرر کر رکھے ہیں۔ حقیقت میں اُس کی ذات ایسی نہیں ہے۔ اُس کی ذات کیسی ہے۔ یہ اُس نے خود بتایا ہے۔ نبی اور رسول ﷺ کی زبانِ برحق ترجمان سے۔ تو اللہ کو کیسا ماننا پڑے گا؟ جیسا اللہ کے رسول ﷺ نے ماننے کا حکم دیا ہے کہ وہ ویسا ہے۔

جب ویسا مانا تو اب رشتے اُس کے ساتھ دو طرح کے ہیں۔ سب سے پہلا رشتہ ہوگا کہ وہ معبودِ برحق ہے، اُس کی شان اتنی عظیم ہے کہ اُس کی عبادت کی جائے اور ہم اتنے محتاج ہیں کہ ہمیں اُس کی عبادت کرنا چاہیئے یہ رشتہ ہمارا بن گیا ربِّ جلیل کے ساتھ۔ عبادت صحیح۔ عبادت کا حاصل کیا ہے۔ ہم ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ اللہ ہم تیرے غلام ہیں تو آقا ہے جو تُو حکم دے رکوع کرتے ہیں جُھک جاتے ہیں۔

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

سجدہ کرتے ہیں کہ رکوع میں بھی سر زمین سے اُٹھا ہُوا تھا۔ ہمارا سر تیری بارگاہ میں گرفتار ہوگیا۔ ہمارا نہیں ہے تیرے حکم کا تابع ہے۔ یہ ساری عبادت کیا ہے اپنی عاجزی کا، اپنی اطاعت کا اظہار ہے

اُس کی عظمت کے سامنے، اس کا امتحان ہوتا ہے ہماری عملی زندگی میں جب ہم بازار میں جاتے ہیں، جب ہم دُکان پر بیٹھتے ہیں جب ہم بیوی بچوں کے پاس ہوتے ہیں، جب ہم دوستی دشمنی کرتے ہیں۔ جب ہم میدانِ عمل میں جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ جو شخص مسجد کے محراب میں جھک رہا تھا اور اپنے پیچھے ایک ہزار آدمی اور بھی جھکا رہا تھا کیا اس نے بازار میں آکر اللہ کی اطاعت کی ہے؟ یا نافرمانی کر رہا ہے۔ یہ جو شخص سارا دن بھوکا رہا اور اس نے جو حلال کمایا ہوا ہے اور طیب کھانا جو ہے وہ بھی نہیں کھاتا، پیاس برداشت کرتا ہے پانی کا گھونٹ نہیں پیتا کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ شام تک مت کھاؤ، تو جب اللہ نے روک دیا ہے کہ جھوٹ بول کر سودا مت بیچو، کسی سے ظلماً رشوت نہ لو۔ کسی کا حق نہ کھاؤ۔ تو وہاں بھی یہ رُکتا ہے یا صرف یہاں چند گھنٹے پیاس روک دی اور وہاں جا کر کروڑوں روپے مار لیتا ہے۔ لاکھوں کا حق مار لیتا ہے۔ غریبوں سے پیسے لے لیتا ہے۔ رشوت لیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، چوری کرتا ہے۔ پیسے کسی جنس کے لیتا ہے بیچتا اور جنس ہے۔ اگر ایسا کرتا ہے تو وہ عبادت نہیں کرتا۔ منادی کرتا ہے شکل وصورت میں وضو کرتا ہے۔ مسجد میں گیا ہے۔ بھوک پیاس برداشت کرتا ہے۔ عبادت نہیں کرتا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے آپ فرماتے ہیں اگر کسی نے عمل میں اللہ کی اطاعت نہیں کی۔ جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا۔ چوری کرنا نہیں چھوڑا۔ برائی سے باز نہیں آیا۔ تو اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اُسے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ اور حاصل نہیں ہوگا۔

تو عبادت ہے ربِ جلیل کے ساتھ بندے کا رشتہ۔ وہ معبود ہے اور ہم محتاج ہیں۔ ہمیں عبادت کرنا ہے اور اس کے ساتھ ہمارا تعلق بھی یہی ہے کہ ہم اُس کی عبادت کریں، اور تو کوئی رشتہ داری بن نہیں سکتی۔ نہ ہم اُس کے بھائی ہو سکتے ہیں، نہ ہم اُس سے کوئی اور تجارت یا کاروبار کر سکتے ہیں۔ سودے تو ہوتے ہیں غرض کے۔ آپ تجارت بھی کرتے ہیں تو آپ ایک چیز سستی بھی بیچتے ہیں جن کو ضرورت نہ ہو وہ سستی بھی نہیں خریدتے۔ اُسے کیا ضرورت ہے اپنے پیسے ضائع کرنے کی۔ ایک آدمی کے پاس پہلے سال بھر کا غلہ موجود ہے۔ آپ کہتے ہیں میں سستا بیچوں گا۔ وہ کہے گا میرے پاس تو پہلے ہے جس کے پاس نہیں ہے۔ آپ مہنگا دیں گے وہ خریدے گا۔ اسکو ضرورت ہے۔ لیکن اللہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اپنی ذات میں نہ اپنی صفات میں۔ ہم محتاج ہیں ہم اُس سے بے نیاز نہیں ہیں۔ ہم اس سے روگردانی کر نہیں سکتے۔ تو پھر کیا رشتہ رہ جائے گا۔ یہی کہ وہ معبودِ برحق ہے۔ ہم اُس کے عبادت گزار بندے ہیں۔

اب عبادت معاہدہ ہے اطاعت کا اور اس کی پرکھ ہوگی میدان میں جیسا کہ ربِ جلیل نے، سبحان اللہ، کتنی سادہ سی بات کی۔ کہ لوگ عبادت کرتے۔ لوگ بازار میں بیٹھ کر اُس کی اطاعت کرتے۔ لوگ انصاف کرتے، لوگ ظلم نہ کرتے۔ کسی کا حق نہ مارتے تو انہیں انعام دے دیتا۔ پہلے اعلان کر دیا۔ اور فرمایا یہ صرف بات نہیں ہے۔ دیکھ لو دُنیا میں میں پہلے کیا کرتا رہا ہوں۔ یہ آیہ مبارکہ اللہ کے اُسی وعدے کی بات یاد دلاتی ہے۔ دیکھو انسان کی ساری کوشش دُنیا میں یہی ہے کہ وہ اپنے آرام، اپنی عزت، اپنے سکون کے لیے نوکری کرتا ہے۔ تجارت کرتا ہے۔ کسی سے لڑتا ہے تو اپنی آبرو بچانے کے لیے۔ کسی سے صلح کرتا ہے تو اپنے آپ کو سکون میں رکھنے کے لیے، اللہ کریم فرماتے ہیں ایک بات کرو۔ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا۔ نزولِ آیت تو اللہ کے اُن بندوں کے حق میں ہوا ہے۔

جو اس زمین پر بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد پہلے پہلے مسلمان ہوئے اللہ کے مثالی مسلمان تھے لیکن کسی بھی آیتِ قرآنی کا نزول تو خاص ہو سکتا ہے حکم خاص نہیں۔ حکم عام ہے ساری انسانیت کے لیے، حکم میرے اور آپ کے لیے بھی یہی ہے اور بڑے مزے کی بات کہی یا رہے نہ سوچو کہ نماز پڑھو گے تو تم نے بڑا تیر مار لیا، روزہ رکھ لیا تو تم نے بڑا میدان مار لیا۔

الَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا فِی اللّٰهِ - وہ لوگ جو صرف اللہ کے لیے ہجرت کرتے ہیں۔ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا - اس کے بعد بھی کہ پوری دُنیا اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑتی ہے۔ پوری دنیا اُن کے راستے کی دیوار بنتی رہی ہے۔ ہر شخص اُن پر رُک جانے کے لیے دباؤ ڈالتا رہے پھر بھی باز نہیں آتے اور اللہ کے لیے ہجرت کر ہی گزرتے ہیں۔ تو یہ آیت بتا رہی ہے کہ اگر آپ دین پر عمل کریں گے تو مشکلات آئیں گی۔ روکنے والے آئیں گے۔ بیماریاں آئیں گی بھوک افلاس آئے گا۔ صاحبِ اقتدار، صاحب وقار لوگ روکیں گے۔ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا - یعنی جو بھی ہجرت کا ارادہ کرے گا اُسے مظالم زمانہ کا سامنا بھی کرنا ہوگا۔ تو یہ آسان کام تو نہ رہا۔

ہجرت کی حقیقت کیا ہے جس ٹھکانے کو آپ اللہ کے لیے چھوڑدیں۔ ایسے ٹھکانے پہ چلے جائیں جہاں اللہ کا حکم ہو۔ آپ نے شہر یا ملک چھوڑ دیا لیکن اِس سے بھی کڑی ہجرت یہ ہے کہ آپ اپنی عادتیں چھوڑ دیں۔ مکان بدلنا مشکل نہیں۔ شہر بدلنا مشکل نہیں ہے۔ مزاج بدلنا یہ مشکل ترین ہے اگر مزاج نہ بدلے۔ شہر بدلنا بھی ہجرت نہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خود قرآن حکیم میں موجود ہے۔ کہ اگر کوئی کسی عورت کو حاصل کرنے کے لیے شہر چھوڑتا ہے تو اُس کی ہجرت اُس عورت کے لیے ہے۔ اگر کوئی مال و دولت کے لالچ کے لیے شہر چھوڑتا ہے تو اُس کی ہجرت اُس مال و دولت کے لیے ہے۔ اللہ کے لیے تو اُس کی ہے جو اللہ کی رضا کے لیے گھر بار چھوڑے۔ یعنی اگر مزاج نہ بدلا تو ملک بدلنے سے ہجرت نہیں ہوتی۔ اگر سوچ نہ بدلی اُس نے، اپنے کردار میں ہجرت نہیں کی تو گھر بدلنے سے ہجرت نہیں ہوتی۔ مہاجر نہیں بنتا۔ شہر بدلنے سے مہاجر نہیں بنتا بلکہ ہجرت کی بُنیاد بھی یہ ہے کہ ہماری سوچ اور ہمارا کردار جو ہے۔ جہاں جہاں ہم اللہ کے نافرمان ہیں وہاں نکل آئیں اور وہ طریقہ اپنائیں جو ربِ جلیل کو پسند ہے۔ ہجرت یہ ہے۔ کیوں چھوڑیں گے ہم اپنی عادتیں ہم تو بہت سونے کے عادی ہیں۔ ہم کیوں سحری کو اُٹھ کر نماز پڑھیں۔ ہم دن بھر کھانے کے عادی ہیں تو ہم سارا دن بھوکا کیوں مریں۔ اِس لیے کہ اِس سے ہماری صحت بنے گی۔ اِس سے ہماری چوری نہیں ہوگی۔ اِس سے بیماری نہیں آئے گی۔ بلکہ اِس لیے کہ ایسا کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ بیماری آئے تو آتی رہے صحت جائے تو جاتی رہے، آرام جاتا ہے تو جاتا رہے۔ تکلیف ہوتی ہے تو ہوتی رہے حاصل اِس کا کیا ہے۔ ہم سے ہمارا رب، ہمارا پروردگار، ہمارا مالکِ حقیقی راضی ہو جائے گا۔

وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا فِی اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا۔

فرمایا جو بھی جس ارادے سے ہجرت کرے گا۔ یقیناً اُسے مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اور اُس پر ظلم کیا جائے گا۔ جس طرح سے لوگوں نے سب سے پہلے کفر سے ہجرت کر کے اسلام کو اپنایا اور اپنے شہر اور ملک سے ہجرت کر کے دوسرے شہر گئے کونسا ظلم ہے جو اُن پر نہیں توڑا گیا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں یہ ظلم مہاجر کا کچھ نہیں بگاڑ سکا اِس لیے کہ اپنا وعدہ یاد دلاتے ہیں۔ میرا وعدہ یہ ہے کہ اگر وہ اِس ظلم کو میری خاطر جھیل گیا۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً - تو میں اُسے دُنیا میں بھی بہترین ٹھکانہ دوں گا۔ پہلے سے اچھا گھر دوں گا۔ پہلے سے زیادہ عزت دوں گا۔ پہلے سے زیادہ آرام دوں گا۔ دُنیا میں دُنیا کی نعمتیں بھی بہت زیادہ دوں گا۔

وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ - اور آخرت کا انعام بہت زیادہ ہے۔ آخرت کی تو بات ہی چھوڑو کوئی کر کے دیکھے۔ ہم اپنی سہولت کے لیے ملازمت کرتے ہیں۔ چوکیداری کرتے ہیں۔ تجارت کرتے ہیں۔ دُنیا بھر کے سفر کرتے ہیں۔ پردیس میں جاتے ہیں۔ یہ ساری مشقتیں کیوں کرتے ہیں؟ کہ ہم دُنیا میں سکون سے آبرو کے ساتھ رہ سکیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ اپنی عادتیں بدل لو میری اطاعت کر لو میری رضا چاہو۔ یہ سب کچھ میں دوں گا۔ کہ جنہوں نے بدلی تھیں اُنہیں جا کر دیکھو۔ جنہوں نے ہجرت کی تھی انہیں جا کر دیکھ لو۔ اہل مکہ

نے جوان سے کپڑے بھی چھین لیے۔ کسی کے گھر میں چند سکے تھے۔ تو وہ انہوں نے قبضے میں کر لیے۔ کسی کے پاس کوئی چارپائی کوئی بستر، کوئی مال، کوئی دولت، کوئی آٹا، کوئی دانہ، کوئی برتن۔ کچھ بھی تو نہ رہنے دیا۔ لیکن فرمایا کہ کبھی تُو نے یہ بھی سُنا ہے کہ چند صحرا نشین پوری دُنیا پہ کفر پہ چڑھ دوڑے۔ کہیں تاریخ میں پڑھا ہے کہ کسی قوم کا یہ عروج کہ چند خانہ بدوش کمبلوں کی جھگیوں میں رہنے والے دُنیا پر چھا جائیں۔

رستم ایرانی کی رائے بھی خوب دلچسپ ہے۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار　　عرب را بجائے رسید است کار

کہ تختِ کیاں را کنند آرزو　　تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

وہ کہتا ہے کہ عجیب بات ہے اُونٹوں کا دودھ پینے والے اور جنگل سے سوسمار جسے آپ گوہ کہتے ہیں اِسے شکار کر کے کھانے والے لوگ آج کنعان یعنی ایرانی سلطنت کے اُس تخت تک پر ہاتھ ڈال بیٹھے ہیں جو صدیوں سے پوری دُنیا پہ حکمرانی کر رہا ہے۔ یہ بات سمجھ نہیں آتی یہ کیسے ہو رہا ہے۔

لیکن اُن صحرا نشینوں کو دنیوی اعتبار سے بھی اللہ نے وہ عروج بخشا۔ پوری تاریخِ انسانی میں کسی قوم کو اتنا عروج نصیب نہیں ہوا۔ یعنی خود اُن کے عمل کے اخلاص کی یہی دلیل ناقابلِ تردید ہے کہ انہوں نے اللہ کے لیے باپ دادا کا ورثہ چھوڑا۔ ہجرت کی۔ کس لیے؟ اللہ کے لیے اپنی عادتیں چھوڑیں۔ وہ سُود لینے کے عادی تھے۔ بچیوں کو زندہ در گور کرنے کے عادی تھے۔ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کے عادی تھے۔ گھوڑے پر جھگڑے۔ ہر چیز پر لڑنے کے عادی تھے۔ ساری عادتیں چھوڑ دیں۔ ہجرتیں کیں کس لیے۔ اللہ کے لیے روکا گیا۔ مارا گیا۔ پیٹا گیا۔ گھسیٹا گیا۔ جنگلوں میں دھکیل دیا گیا۔ تین سال شعب ابی طالب میں بھوک پیاس تپتی ہوئی ریت پر کھلے آسمان کے نیچے برداشت کرتے رہے۔ یہ نہیں کہا کہ ہم اپنی وہی عادتیں اپناتے ہیں۔ وہی عقائد اپناتے ہیں۔ فرمایا ہم نے جو کچھ اللہ کے لیے چھوڑ دیا وہ چھوڑ دیا۔ کچھ بھی ہو جائے جو چھوڑ چکے وُہ چھوڑ چکے۔ اسی پر بس نہیں اُنہیں شہر بھی چھوڑنا پڑا جو کچھ باقی تھا وہ بھی گیا۔ کسی کی اولاد رہ گئی۔ کسی کی بیوی رہ گئی۔ کسی کے والدین رہ گئے۔ کسی کے بھائی بہنیں رہ گئے۔ وہ بیچارے جو مسکین نظر آتے ہیں پتہ ہے کہاں جا رہے ہیں۔ ہجرت کر کے پناہ ڈھونڈنے نہیں۔ وہ کائنات پر حکومت کرنے جا رہے ہیں۔ آپ نتائج تو دیکھیں مکے سے نکل کر تو یوں نظر آتا ہے کہ کہیں سر چھپانے کے لیے جا رہے ہیں۔ لیکن جو کچھ اللہ نے اُس پر مرتب کیا اُس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تو مکہ چھوڑ رہے ہیں۔ رُوئے زمین پر حکومت کرنے کے لیے۔

یہ عبادات کوئی بوجھ نہیں ہیں۔ عبادات مصیبت نہیں ہیں۔ لیکن عبادات مشروط بھی نہیں ہیں کسی چیز کے ساتھ، فرمایا عبادت تو کرو میرے لیے۔ پہلے تو تم اپنی ہجرت کو کھرا کرو۔ میری بات پر۔ اُس کی آزمائش کے لیے تم پر مصیبتیں بھی پڑیں گی۔ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا فرمایا ٹھونک بجا کر خریدوں گا یہ نہ سمجھو کہ تم نے کہہ دیا ہم مسلمان ہیں تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔

لوگوں نے اتنا کہہ دیا کہ ہم مسلمان ہیں جو مسلمانوں کا ایوارڈ ہے ملے گا۔ فرمایا نہیں۔ پہلوں کو دیکھو۔ پہلوں کو مفت ملا؟ فرمایا ٹھونک بجا کر دیکھا جائے گا۔

ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ۔ کہیں خوف مسلط ہو گا تم پر کہیں بیماری آجائے گی۔ کسی کی موت کا صدمہ آئے گا۔ کہیں کسی سے جُدائی کا دُکھ ہو گا۔ یہ ساری باتیں گزریں گی۔ انسان رہو گے۔ انسانی ضرورتیں، انسانی تکلیفیں، انسانی پریشانیاں آئیں گی۔ لیکن اِس کے باوجود تم اپنے بات پر جمے رہے تو۔ فرمایا: تم پہنچ گئے اپنی منزل پر۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِي الدُّنۡيَا حَسَنَةً ۔ بڑا مزے دار جملہ بنتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے مَیں اپنے بندوں کو موج کراتا ہوں۔

دُنیا کا سارا حسن اُن کے قدموں میں ہوتا ہے۔ خواہ وہ اقتدار کا حسن ہو خواہ وہ مال و دولت کا حسن ہے۔ خواہ وہ عزّت و آبرو کا حسن ہے۔ خواہ وہ حکومت و سلطنت کا حسن ہے تو دیکھ لو گے جن لوگوں نے اللہ کے لیے ہجرتیں کیں اُن جیسی سلطنت کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی۔ اُن جیسی دولت کسی کو نصیب نہیں ہوئی دنیوی اعتبار سے دیکھ لو اقوامِ عالم کی صف میں کھڑا کر کے دیکھ لو دُنیا کا نقشہ پھیلا کر دیکھ لو ایسی قوم جس کو بیک وقت سلطنت اتنی نصیب ہوئی۔

آج بھی اللہ کا وہی وعدہ موجود، وہی کتاب موجود، وہی نبی ﷺ اُس کی نبوّت موجود، ذاتِ باری اور اس کا کلام موجود۔ تو پھر آج ذلّت و رُسوائی صرف اور صرف مسلمان کے حصّے میں کیوں ہے۔ ہر جگہ خون بہتا ہے تو مسلمان کا، عزّت لٹتی ہے تو مسلمان کی۔ ہندو بھی مسلمانوں پہ مسلط بیٹھے ہیں۔ ہندو مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ عجیب بات ہے مسلمان صرف قتل ہونے کے لیے ہے۔ کہیں کہیں مسلمان بھی کسی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے سامنے جاتے ہیں، سلامتی کونسل کوئی فیصلہ کرتی ہے؟ وہ انصاف یہ کرتے ہیں؟ وہ بھیڑ مسلمانوں کو مارتے ہیں۔ انصاف یہ ہوتا ہے وہاں سے، کہ پھر مار مسلمانوں کو ہی پڑتی ہے تو یہ کیوں ہے ایسا۔ تو ایک بات بتاؤ اگر ہم ربِ جلیل سے وعدہ پورا کریں گے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ قرآن حکیم کے الفاظ ہیں ایسے لوگوں کے لیے دُنیا میں ذلّت کے سوا کچھ نہیں بچتا۔ ہم اَن سِلے کپڑوں کا کفن پہن لیتے ہیں۔ ہزاروں میل فاصلہ طے کر کے مکّہ مکرمہ بیتُ اللہ کے سامنے جاتے ہیں۔ لاکھوں حاجی ہر سال جمع ہوتے ہیں۔ یہ ہم ہی ہیں نا ہم جتنے یہاں جو بیٹھے ہیں، ہم جتنے حج کر کے آئے ہیں۔ کیا ہماری سوچ بدل گئی، کیا ہمارا عقیدہ درست ہو گیا۔ یار کتنی عجیب بات ہے کہ ہم نے لباس بھی اُتارا۔ بیوی بچے بھی چھوڑے، گھر بار بھی چھوڑا، ساری مصیبت ساتھ لے کر کفن پہن کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اب ہم تیرے غلام ہیں۔ لیکن وہیں رہ کر کانی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ کس سے پیسے چھیننے ہیں، کس سے جھوٹ بولنا ہے۔ بات ختم ہو گئی۔ اگر ہم نے اپنا حال نہیں بدلنا خود کو بدلنا نہیں ہے تو یہ سب کچھ کرنا فراڈ نہیں تو کیا ہے۔ مجھے اگر اللہ کا حکم نہیں ماننا تو مجھے سارا دن بھُوکا رہنے کی کیا تُک ہے۔ سوائے اس کے کہ میں خود کو بیوقوف بنا رہا ہوں اور اِترا رہا ہوں اگر مجھے اللہ کی اطاعت نہیں کرنا تو یہ اتنا بالاہتمام ہاتھ مُنہ دھو کر تین چار سو آدمیوں کے سامنے کھڑا ہو کر سر کو اللہ کے حضور جھکانا یہ تو اقرار تھا۔ اس بات کا کہ اللہ میں تو تیرے حکموں کے سوا کچھ نہیں کروں گا۔ لیکن یہیں سے سر اُٹھا کر گیا۔ بازار میں گیا تو جھوٹ بولا، کرسی پر بیٹھا تو رشوت لے لی۔ کسی کو ملا تو اُسے دھوکا دیا تو گویا بنیادی طور پر یہاں بھی تو دھوکا ہی دیا۔ تو اگر ہم یہاں ہی دھوکا دے رہے ہیں تو اس پر عزّت مرتب نہیں ہوتی۔

(نامکمل)

توجّہ فرمائیے

لنگر مخدوم کے موقعہ پر مغرب کے وقت ایک سنہری رنگ کا شیفر فاؤنٹن پن کھو گیا ہے۔ جن صاحب کو بھی ملا ہو مہربانی فرما کر ڈاکٹر کرنل محمد نثار سی ایم۔ ایچ لاہور یا ایڈیٹر المرشد کو اطلاع کر دیجئے۔

مولانا محمد اکرم اعوان

مقامِ انسانیت

اللہ جل شانہٗ نے انسانی احوال میں ایک ایسی قوت حال کا تذکرہ فرمایا ہے جو اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ سے دوری اور اس سے محرومی کے نتیجے میں فوری طور پر انسان پر وارد ہوتی ہے۔ یاد رکھیں ہر کام کے نتائج دو طرح سے ہیں۔ اس لیے کہ انسان کی زندگی دو حصوں میں تقسیم ہے ایک حصہ جو ہمارے یہاں سامنے ہے دنیا ہے اور زندگی کا وہ حصہ جو آخرت کہلاتا ہے وہ بظاہر نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ ہر عمل ایک ایسا نتیجہ پیدا کرتا ہے جو ان دونوں حیثیتوں میں مقابلہ پیدا کرتا ہے۔

انسان جب اللہ جل شانہٗ کی عظمت سے بے بہرہ ہوتا ہے تو وہ اپنی حیثیت ایک مطلق العنان حاکم کی پاتا ہے اپنے اپنے دائرہ کار کے اندر اپنی اپنی رسائی جہاں تک کسی کی ہے ہر شخص اپنے آپ کو ایک آخری ہستی سمجھتا ہے اور یہ بلاوجہ نہیں ہے اس کا بہت بڑا سبب ہے آپ اس پورے جوّ آسمانی کا جائزہ لیں حالانکہ اس فضا میں بے شمار بہت بڑے بڑے سیارے بہت بڑے بڑے کرے موجود ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جو زمین سے کئی لاکھ گنا بڑے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کتنے ایسے ہیں جو آج تک دریافت نہیں ہوئے۔ ان سب میں جو آج تک دریافت ہو چکے ہیں ان سب میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ وہ سارے زمین کو اپنی توجہات اور اپنے اثرات کا مرکز بنائے ہوئے ہیں چاند سورج ہے ستارے ہیں یا کوئی سیارے ہیں یا ان میں مختلف ان کی جو خصوصیات یا کیفیات ہیں ان سب کے نتیجے میں زمین پر حیات و موت یا بہار و خزاں گرمی و سردی روئیدگی اور خشک سالی کے عمل بنتے اور بگڑتے ہیں۔ زمین اپنے حجم میں چاہے ان سب سے چھوٹی سہی لیکن ان سب کی توجہات کا مرکز ہے۔ آج تک کی تمام سائنسی تحقیقات کی انتہائی شکل جو دریافت کی جا سکی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایک ذرے کو توڑتے چلے جائیں غیر منقسم اکائی تک لے جائیں کہ اس سے آگے وہ تقسیم نہ ہو سکے تو وہ ایک ایٹم بنتا ہے اتنا چھوٹا ٹکڑا کہ ہزاروں ایٹم آپ قلم کی نب پر جمع کر سکیں یہی ایٹم یا یہی حقیر ذرہ جو ہے یہ اس سارے کرۂ زمین کی اصل ہے اور اس ایک حقیر ذرے میں پورا نظام شمسی باندھ رکھا ہے اس میں منفی اور مثبت قوتیں ہیں اس میں دلچسپ جدوجہد جاری ہے اس میں روشنی اور تاریکی ہے جسے آپ کہہ لیں گرمی اور سردی ہے اس میں بہار اور خزاں ہے یعنی مثبت اور منفی طاقتوں کی آپس میں جدوجہد جاری ہے ایک حقیر سا ذرہ جو ہے اس میں پوری کائنات کا نظام سمو دیا ہے رب کریم نے۔ اب یہ ذرات ملتے ہیں تو کہیں مٹی بنتے ہیں پتھر

بنتے ہیں ریت بنتے ہیں پہاڑ بنتے ہیں پانی کی صورت اختیار کرتے ہیں دریا و سمندر بنتے ہیں ہر چیز کا آپ تجزیہ کرتے جائیں تو آخر میں وہ ایک چھوٹا سا ذرہ ہے۔

ان ذرات کا کمال یہ ہے کہ یہ ملکر جمادات کی صورت اختیار کرتے ہیں اس میں پتھر ہو ریت ہو مٹی ہو یا اس میں سونا ہو زر و جواہرات ہوں موتی ہوں اُس ایٹم کی آمیزش یا ملاوٹ کا جو تناسب ہے وہ گھٹتا بڑھتا ہے تو مختلف چیزیں بنتی چلی جاتی ہیں ان سب چیزوں کو آپ جلا دیں توڑ دیں چیر دیں ان سب کو آپ بالکل تباہ کر دیں تو آخر مادہ پھر مختلف قیدوں کی صورت اختیار کرتا ہے۔

یہ جو ان ایٹموں سے مختلف قیمتی جمادات بنتی ہیں ان سے اوپر ایک درجہ انہیں ذرات کے ملنے سے نباتات کا بنتا ہے اور نباتات کو اتنا شرف بخشا ہے رب کریم نے کہ وہ جمادات سے خدمت لیتی ہیں اور انہی سے نشوونما پاکر یہیں ایٹموں کی مختلف صورتیں بنتی بنتی نباتات کی صورت اختیار کرتی چلی جاتی ہیں۔ سبزہ بنتا ہے گھاس بنتا ہے درخت بنتے ہیں پھل بنتے ہیں اور یوں ایک ایسی عجیب مخلوق ظہور پذیر ہوتی ہے جو تمام کروں سے کرۂ زمین خدمت لے رہا ہے۔ کرۂ زمین خود بے شمار پہلوؤں پر محیط ہے قابض ہے اور وہ سارے ایٹم جس سے نباتات بنتے ہیں اور جمادات بنتے ہیں اور جمادات کی اتنی اعلیٰ صورت ہے کہ وہ نباتات سے خدمت لیتے ہیں۔

اس سے اوپر جب ایک درجہ تخلیق کا جب بنتا ہے تو انہیں ایٹموں کی آمیزش مختلف صورت اختیار کر کے حیوانات کے قالب میں ڈھل جاتی ہے تو جب حیوانات وجود پذیر ہوتے ہیں تو انہیں اتنا شرف حاصل ہے کہ وہ نہ صرف جمادات بلکہ نباتات تک کو اپنی غذا بناتے ہیں اپنی خدمت کے لئے استعمال کرتے ہیں اپنے بیٹھنے کی جگہ بلند کرنے کے لئے اس کو مسکن بناتے ہیں اور انہی ذرات کی اعلیٰ ترین آمیزش جب ہوتی ہے تو انسان کا وجود بنتا ہے۔ اور اپنے سے نیچے ساری کائنات کو اپنی خدمت کیلئے استعمال کرتا ہے حیوانات سے لیکر اس ادنیٰ ایٹم تک سب اس کے نوکر ہیں جمادات سے یہ خدمت لیتا ہے نباتات سے یہ خدمت لیتا ہے حیوانات سے یہ خدمت لیتا ہے حتیٰ کہ حیوانات کو کاٹ دیتا ہے اسے کھا لیتا ہے اس کی کھال سے جوتا بناتا ہے تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس جانور کا خون ہوا ہے بلکہ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ جانور اپنی تخلیق کا مقصد پورا کر گیا اور کسی کام آیا اور اگر ایک جانور انسان کی خدمت میں صرف نہ ہوا اور ویسے ہی مر جائے تو کہتے ہیں یہ ضائع ہو گیا اس کے وجود کا مقصد ہی انسان کی خدمت کرنا ہے جو یہ نہ کر سکا تو یہ ضائع ہو گیا

اور یہی انداز بیان قرآن حکیم نے بھی اپنایا فرمایا۔

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ تمہاری خدمت میں روئے زمین کی ساری تخلیق کو دست بستہ حاضر کر دیا۔ تو جب یہ اتنا وسیع نظام ایک ایک انسان کی خدمت پر لگا ہوا ہے وہ انسان بادشاہ ہے یا وہ انسان غریب اور فقیر ہے وہ پڑھا لکھا عالم فاضل یا گڈریا چرواہا یا جنگل کا باسی ہے وہ طاقتور یا کمزور ہے صحت مند یا بیمار ہے لیکن بحیثیت انسان یہ سارا وسیع نظام اس کا محتاج ہے۔

اگر انسان اتنی قیمتی تخلیق ہے کہ ساری تخلیقات اس کی خدمت پر کمربستہ ہیں تو آخر اس انسان کا مصرف کیا ہے اس کو اتنی اہمیت جب دی گئی تو اس کا مقصد تخلیق کیا ہے رب جلیل فرماتے ہیں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ اسی کا مقصد تخلیق صرف اتنا ہے کہ یہ اللہ کی عظمت سے آشنا ہو کیونکہ یہاں یعبدون سے یعرفون مراد لیا ہے مفسرین کرام نے۔ اور معرفت ہوتا ہے اللہ کی ذات اس کی صفات اس کی عظمت و جلالت اس کے احسانات کو اپنی حیثیت کے مطابق پہچان لے اور یہ پہچان اُسے اس کے دروازے پہ جھکنے پہ مجبور کر دے۔

یوں تو وہ ایک حقیر ایٹم جو اصل ہے اس ساری صنعت کی اس ایک ایک ایٹم کو ایک دوسرے سے جڑنے ایک دوسرے سے جدا ہونے کیلئے کسی کے حکم کا انتظار رہتا ہے لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ۔ کوئی ذرہ اس کی اجازت کے سوا حرکت نہیں کرتا جو

یہ وجود پذیر نہیں ہوتا ہوا کا کوئی جھونکا نہیں چلتا کوئی تنکا پیدا نہیں ہوتا کوئی قطرہ بارش کا نہیں ٹپکتا حتیٰ کہ اللہ کی طرف سے اسے ایسا کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ تو اس کے حکم کی مطیع تو ساری کائنات ہے

لیکن انسان جو اتنی اعلیٰ تخلیق ہے یہ صرف اس کے حکم کا نہیں بلکہ اس کی ذات کا فریفتہ ہو جاتا ہے اور یہ حاکم کی اطاعت کرتا ہے نرے حکم سے نہیں اس سے آشنائی پیدا کر لیتا ہے حدیث قدسی میں ارشاد ہے کُنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ یُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔

میں تو ایک ایسا خزانہ تھا کہ جاننے کی کسی کو جرأت ہی نہ تھی جب میری ذات کو یہ بات پسند آئی کہ میرا جاننے والا ہونا چاہیئے۔ تو میں نے انسانیت کی تخلیق فرماتے ہوئے استعداد عطا فرمادی کہ وہ میری عظمت کو پالے اور اس کے سامنے راستہ کشادہ کر دوں بے شمار طرح کی دعوتیں دوسری طرف بھی ہوں رنگوں کی زیب و زینت کی آرام و آسائش کی لذتوں کی اقتدار و وقار کی دولت کے بے شمار ایسے نظارے ہوں جو فطری طور پر اسے اپنی طرف کھینچ رہے ہوں لیکن اس کی نگاہ باطن اس کی نگاہ میری عظمت پر میری جلالت پر میرے رُخِ انور پر میرے جمال جہاں تاب پر جم کر رہ جائے اور ساری کائنات اسے کھینچنے میں رہ جائے یہ اس کی طرف پلٹ کر اس لئے نہ دیکھے کہ اس کی نگاہ میرے نور سے نور ہو چکی ہو۔ اور میری ذات کے مقابلے میں میری عظمت کے مقابلے میں میری شان جلالت کے مقابلے میں یہ کسی چیز کو پرکاہ کی حیثیت نہ دے۔

اگر انسان نے یہ مقصد پالیا اس طرف چلا تو گویا وہ اپنے کام پر اپنے مقصد تخلیق کی طرف چلا جب اس سے محروم ہوا تو اپنے تخلیق کے بنیادی مقصد سے ہٹ گیا اور جب تخلیق کے مقصد ہی سے ہٹتا ہے تو حال ایسے ہوتا ہے جیسے کہ آپ پہننے کے لئے جوتا بنائیں لیکن وہ پہننے کے کام کا نہ رہے آپ پہننے کیلئے لباس بنائیں لیکن وہ پہننے کے کام کا نہ رہے آپ رہنے کیلئے مکان بنائیں لیکن وہ رہنے کے قابل نہ رہے

کہ جو چیز جس کام کیلئے بنائی جاتی ہے اگر اُسی کام کے قابل نہیں رہتی۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ انسان کا حال بھی یہی ہوتا ہے کہ جب یہ اس راستے سے بھٹکتا ہے اس مقصد کو چھوڑتا ہے اور عجیب بات ہے کہ جو بھٹکتے ہیں وہ تباہ ہوتے ہیں ان پر مختلف ذلتیں رسوائیاں مختلف عذاب وارد ہوتے ہیں

صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں ان کی جگہ پھر نئے آجاتے ہیں اور اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا۔ نہ جانیوالوں کیلئے کیا جانیوالوں کا جانا درس عبرت کم تو نہیں اللہ کریم فرماتے ہیں جب نیا انسان زمین پہ قدم رکھتا ہے کہ تم عالم وجود میں آتے ہو تم بسے بسائے شہروں میں بنے بنائے گھروں میں ایک ماحول اور معاشرے میں آنکھ کھولتے ہو اور حسرت و یاس سے چھوڑ کر جانیوالوں کو دیکھتے ہو تو ان کا خالی ہاتھ چھوڑ کر چل دینا تمہارے لئے سب سے بڑا وعظ نہیں ہے کیا۔ کیا ہدایت کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تم سے پہلے چلنے لوگوں نے اللہ کی یاد کو چھوڑ کر دنیا کی یاد میں فنا ہو گئے کتنا جمع کر گئے ان کے وہ کس کام کا ہے سوائے اس کے کہ ان کے انجام خطرناک ہوتے ہیں تو چھوڑ کر جانیوالے کے حسرت زدہ چہرے کو دیکھ کر آنیوالے کے ہاتھ کیوں نہیں کانپ اٹھتے وہ پھر کیوں اسی چکر میں پھنس جاتا ہے جس میں جانے والا کبھی مبتلا رہا تھا کبھی گرفتار رہا تھا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں جو آخر وارث بنتا ہے زمین پر یہ تو پہلے سے آباد تھی اس آبادی میں داخل ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اتنی محنتیں کر کے لوگوں نے یہ چیزیں تعمیر کیں اور آخر چھوڑ کر چل دیئے ان کے لئے یہ اتنا کافی نہیں ہے کہ یہ اس کی وراثت بنتی ہیں ہے ایک وقت وہ بھی آئے گا جب اُسے چھوڑ کر جانا ہوگا۔

اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ اگر ہم چاہیں تو ہر گناہ پر انسان کی گرفت فرمائیں۔ انسان ایک وقت میں ہی تباہ ہو جاتے اور پھر ہوتا یہ ہے کہ اگر وہ باقی ہی رہے اگر اسے تباہ نہ کیا جائے

اگر اس پر فنا مسلطنہ کی جائے تو اللہ سے ناآشنائی یا معرفت کی طلب کے راستے سے ہٹنا جو ہے اس کا ایک منطقی ریزلٹ جو ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ۔ ان کے دلوں پر اللہ کی طرف سے مہر کر دی جاتی ہے اور جب دل پر مہر ہوتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وہ کچھ نہیں سنتے نہ انہیں شرم آتی ہے نہ ان کی غیرت جاگتی ہے نہ انہیں کوئی وعظ متاثر کرتا ہے نہ انہیں کوئی نصیحت اثر کرتی ہے کچھ بھی نہیں ہوتا وہ ایک پتھر بن جاتے ہیں آپ اللہ سے ناآشنا معاشرہ کا حال دیکھیں کہ کھلے آنکھوں نظر آتا ہے کہ ان کی آنکھ ان کے کان ان کے دماغ ان کے اذہان سُن ہو چکے ہیں۔

ہم جب اس معاشرے کو دیکھتے ہیں تو اپنے آپ کو بڑی ترقی یافتہ اور مہذب معاشرہ کہتے ہیں اور اپنا بہت بڑا کمال بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مذہب سے نجات حاصل کر لی کہ مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ تھا۔ ترقی کیا ہے؟ ترقی کی انتہا یہ ہے کہ انسانی زندگی چھوڑ کر انہوں نے جانوروں کی زندگی اپنالی۔ ساری ترقیوں کا حاصل یہ ہے کہ نہ صرف اخلاقی کردار کے اعتبار سے بلکہ جسمانی طور پر بھی درندوں اور حیوانوں کی طرح ہو کر رہتے ہیں۔

رب جلیل نے اللہ سے دوری کا منطقی نتیجہ ارشاد فرمایا ہے وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔ ان کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں انہیں انسانیت نہیں انسانی جبیں، انسانی قلب کی حسیں، انسان ضمیر کی حسیں، انسانی محسوسات ان پر مہر کر دی جاتی ہے۔ وہ ان سے محروم اور دور کر دیئے گئے فرمایا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ وہ پتھر کے پتھر ہو جاتے ہیں انہیں کچھ سنائی، دکھائی دیتا ہی نہیں نہ ان کیلئے کوئی بات باعث شرم ہے نہ باعث ننگ ہے انہیں کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا۔ اے مومن تمہیں تو ہم انسانیت کے نشیب و فراز سنا دیتے ہیں نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ان کے حالات ان کی کیفیات بیٹھے بٹھائے خالق کائنات فرماتے ہیں مجھ سے تعلق رکھنے والو! میں تمہیں ان لوگوں کی عبرت انگیز داستانیں گھر بیٹھے سنا رہا ہوں اس بیماری میں مبتلا ہو کر اس کے نتائج بھگتنے سے پہلے اس کی علامات بتا رہا ہوں اس گڑھے میں گر کر اس دلدل میں پہنچنے سے پہلے میں تمہیں اس کے تعفن اور اس سے اٹھنے والے بدبو کے بھبھوکوں سے مطلع کر رہا ہوں۔ لیکن پھر شان کریمی ایسی ایسی آیتیں اس گئی گزری ہوئی انسانیت کو کیا دیتا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ ان کے ہاں بھی میں نے انبیاء و رسل مسلسل بھیجے اور نبی آخر زمان کو بھی ان میں شامل فرمایا، ہر نبوت کا دروازہ اور میری بارگاہ کا راستہ ان کے لئے بھی کھلا ہے یہ میری طرف سے ہے لیکن ان کی کردار کی وجہ سے فرمایا۔

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ط
جس چیز سے وہ بگڑ چکے تھے اور جس کا وہ انکار کر چکے تھے اسے وہ قبول کرنے سے محروم ہی رہے کیوں!

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ۔ بہت بڑی سزا یہ ہے کہ جب حالات کی پیمائش کرنے والا وہ آلہ جس طرح بارش پیما ہوتا ہے اسی طرح ان محسوسات کو سمجھنے کا بھی ایک آلہ ہوتا ہے جو دل ہے دل صرف ایک پمپنگ مشین نہیں ہے دل کے اندر ایک قلب ہوتا ہے ایک انتہائی نازک اور لطیف شے ہوتی ہے جو بھوک کی شدت جو ننگ کی کیفیت اور بے آبروئی کی ندامت جو غیرت مندی کی اچھائی اور بے غیرتی اور ذلت کی کیفیت کو پرکھتا محسوس کرتا ہے۔ جو محسوس کرتا ہے کہ میں کس کیفیت میں ہوں اللہ کریم فرماتے ہیں اس پر مہر لگا دی جاتی ہے اور پھر اس کے پاس محسوسات کے عالم میں سے صرف یہ رہ جاتا ہے کہ میں کیا تھا میں کیا ہوں اور میں کیسے کوئی مادی لذت حاصل کر سکتا ہوں

قرآن حکیم ایک کیفیت بتاتا ہے آدمی جب موت کے قریب ہوتا ہے فرشتے جب اس کے پاس آتے ہیں وہ کوشش کرتے ہیں کہ بدن کے اس حصے پر ہاتھ رکھیں جہاں کوئی نیکی کرتا تھا۔ آپ اگر کوئی کپڑا اٹھانا چاہتے ہیں اور وہ آلودہ ہو تو آپ یقیناً اس کا کوئی ایسا کونا پکڑنا چاہیں گے جہاں

ئی نہ لگی ہوئی ہو تو وہ وہاں سے ہاتھ لگانا چاہتے ہیں جہاں سے درست ہو اگر وجود ہی سارا گندا ہو تو وہ کہتے ہیں۔ تم کیا کرتے رہے سر سے پاؤں یک غلاظت میں، کفر میں، برائی میں سر سے پاؤں تک تم لتھڑے ہوئے ہو تمہارا کوئی ذرہ ٹھیک نہیں۔ فِیمَ کُنتُم تم کرتے آخر کیا رہے ہو؟ رب جلیل فرماتے ہیں بندہ کہتا ہے ہم تو غریب لوگ تھے معاشرے میں بند تھے سارا معاشرہ بڑوں کا تھا ایک آدمی کی معاشرہ میں کیا حیثیت وہ کرتا ہی کیا۔ سارے ہی شراب پینے والے، سارے ہی بدکاری کرنے والے، سارے لوٹنے والے، سارے جھوٹ بولنے والے، سارے ہی اللہ سے ناآشنا۔ سارے ہی فحاشی میں مبتلا میں کیا کرتا میں اس سارے معاشرے کے سامنے کیا کرتا تو فرشتے اسے بڑی سادہ سی بات کہتے ہیں وہ کہتے ہیں

الم تکن ارض الله واسعةً فتهاجروا فيها

کیا اللہ کی زمین کفر کا گڑھ ہر جگہ تھی تو تم نے یہ حالت کفر جو اسلام میں ہے یہ ملازمت کے لئے کفر کے گڑھ جو ہیں دولت کے ذرائع جو کفر کے گڑھ ہیں یہ چھوڑ دیئے ہوتے اور کہیں ایسی جگہ چلے جاتے جہاں تمہیں دین کی نیکی نصیب ہوتی آج آخر سارا جہاں چھوڑ رہے ہو آج تو روئے زمین چھوڑ رہے ہو تم آج سے پہلے اللہ کی طلب میں اپنی انسانیت کو قائم رکھنے کے لئے تم کافر معاشرے کو چھوڑ کر اسلام معاشرے میں چلے جاتے۔ تو تم آخرت کے لئے دائمی زندگی کیلئے سرمایہ کما لیتے۔

اور اگر اللہ سے تعلق ہو تو وہ پہلو بھی بڑا عجیب ہے اتنا عجیب، آدمی اندازہ نہیں کر سکتا اللہ کتنا کریم ہے اور نبوت کے نور میں کتنی طاقت ہے، یہ روشنی کتنی عظیم ہے اس میں اس قدر قوت ہے کہ کفر کے اس گڑھ میں بھی بیٹھ کر کوئی اللہ کا ذکر کرتا ہے عجیب بات ہے اس کا دل بھی روشن ہو جاتا ہے وہ بھی محسوس کرتا ہے کہ یاد باری بھی کوئی چیز ہے انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور پھر اس ساری دلدل میں وہ کھرا انسان ہوتا ہے کتنی عجیب بات ہے حیرت ہوتی ہے۔ کہ کفر فسق و فجور گناہ کی اتنی گھٹائیں اتنی دلدلیں اتنی غلاظتیں تو ان میں انسان اگر اللہ اللہ کرتا ہے تو کتنا نکھر کر کتنا حسین کتنا خوبصورت کتنا محبت کرنے والا اور ایک روشن دل رکھنے والا نکھرا ہوا انسان ہوتا ہے۔ اللہ کی رحمت وہاں بھی ڈھانپ لیتی ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتیں وہاں بھی اسے محروم نہیں کرتیں۔

اس وقت اور بھی زیادہ عجیب لگتی ہے اپنی محرومی کا احساس اس وقت ہوتا ہے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوتے مسلمان ملکوں میں پلے بڑھے جوان ہوئے ہمارے دل اس لذت سے ناآشنا ہی رہے۔ کفر کی دلدل میں پیدا ہونیوالا ایک انسان ان لذتوں کو پالے تو کتنی عجیب بات ہے۔ اس لئے کہ ہم عملاً اسلامی معاشرے میں پیدا ہوئے لیکن ہمیں حسرت رہی کہ ہم اس دلدل میں پہنچ جاتے تو بڑے عیش سے رہتے وہ پیدا تو دلدل میں ہوئے لیکن انہوں نے دامن نبی رحمتؐ کا بڑی مضبوطی سے تھاما مسلمان ماں کی گود میں پلنے والا ان سے بے بہرہ رہا جو کفر میں پلنے والے نے حاصل کر لیں اس لئے کہ وہ طلب لے کر آیا اس کی روح میں تڑپ ہوئی۔ اور ہم ساری زندگی یہ آرزو لے کر تڑپتے رہے کہ وہاں چلے جائیں۔

کتنا کریم ہے وہ رب کہ جس نے نبی رحمت کی آغوش سے ہمارے لئے راحت نصیب فرمائی کتنا عظیم ہے وہ رب کہ جس نے اپنا ذاتی کلام عطا فرمایا اور کتنے بڑے احسان ہیں اس کے کہ رات دن میں اپنی طرف بلاتا ہے دعوت دیتا ہے لوگو زندگی کا اعتبار نہیں اس سے پہلے کہ ہم سے ہماری پسند و ناپسند کا اختیار چھن جائے اپنے لئے نیکی کا راستہ اختیار کر لیں اس کے علاوہ انسان مقصد تخلیق کو نہیں پا سکتا انسان انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے حُسن ہو جاتا ہے بے ضمیر بے حیا محض ایک دلدل میں پڑا پتھر ہوتا ہے۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اپنی یاد اپنی ذات کی محبت نصیب فرمائے ایمان کے ساتھ زندہ رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

ہمارے مسائل اور حل

مولانا محمد اکرم اعوان

دُنیا کا ہر انسان اپنے فائدے کے لیے، اپنے آرام کے لیے اپنے وقار کے لیے ہر وقت سرگرداں ہے اور بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ ہر آدمی نے آرام و سکون کی تعریف (Definition) الگ کر رکھی ہے۔ فائدے کا تعین ہر شخص کے ذہن میں الگ ہے عزت و آبرو کا خاکہ ہر شخص کا اپنا ہے تو اس سب میں کس چیز کو معیار یا سٹینڈرڈ مانا جائے اور پھر اُسے آدمی کیسے پا سکے؟ انسانی مزاج بگڑتا ہے اور انسان خود فیصلے پہ آتا ہے تو بعض لوگ لاکھوں کی جائیداد تباہ کرکے بٹیر بازی میں اپنا نام پیدا کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے بہت زیادہ شہرت حاصل کر لی ہے اور بڑے مصروف انسان بن گئے ہیں اُن کا ایک انداز فکر ہے۔ کچھ لوگ دولت، پیسہ، محنت ہر چیز گنوا کر اقتدار حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں اور بڑے بڑے لوگ اپنی عمریں جیلوں میں تباہ کر کے اقتدار تک پہنچ بھی نہیں پاتے۔ لیکن اپنے طور پر وُہ بڑا فخر کرتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کے لیے ہم نے بڑی محنت کی دُوسرے گناہوں کی دلدل میں غرق ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح انہیں سکون ملے گا اور آرام پائیں گے۔ ایک اور طریقہ جو ہمارے ملک میں بہت زیادہ پھیل رہا ہے وُہ ہے لُوٹ مار، قتل و غارت کر کے سمجھتا ہے کہ وُہ بہت نام کمائے گا اور بہادر سمجھا جائے گا۔ یہ سب چیزیں جو شخصی پیمانے پر ہو رہی ہیں قوموں نے قومی سطح پر اور ملکوں نے ملکی سطح پر کر کے دیکھیں۔ اگر ہم تاریخ انسانی پر نگاہ کریں تو بیشمار قوموں نے غنڈہ گردی بھی کی۔ بے شمار قوموں نے عیاشی بھی کی بیشمار قوموں نے گناہ میں خُود کو غرق کیا لیکن انجام کار سب کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ تو آدمی اتنے انہماک سے اس چیز کو ماننے میں مصروف کیوں ہو جاتا ہے؟ میں نے ہٹلر کی سوانح حیات پڑھی تو مجھے ایک بات بڑی پسند آئی کہ اس شخص نے اپنے طور پر یہ طے کیا کہ جرمن قوم دوسری قوموں کی نسبت بڑی بلند مرتبہ ہے اور ساری دُنیا کو جرمنوں کا محکوم ہونا چاہیے۔ ایک بڑی عجیب سی بات ہے کہ ایک عام سے آدمی نے ایسی بات سوچی جس کا کوئی سرا نہیں ملتا کوئی بات بنتی نظر نہیں آتی لیکن اس شخص نے جب یہ بات سوچی اور ایسا کرنے کا فیصلہ کر لیا تو اگرچہ وُہ ایک موچی کا بیٹا تھا اور اس کی ماں اس کے باپ کی سگی بھانجی تھی اور خُود اس نے ایک عرصہ تک اپنی بھانجی اپنے پاس رکھی جو بعد میں خُودکشی کر گئی زندگی کے اس پس منظر میں عام سپاہی کے طور پر فوج میں بھرتی ہو گیا نائیک قسم کا اس کا عہدہ تھا لیکن اس فیصلے کو طے کرنے کے بعد اس نے دولت کی فکر نہیں کی کہ اس کے پاس ہے یا نہیں، اس کے پاس کوئی عہدہ ہے یا نہیں یا وُہ خُود کسی قابل ہے یا نہیں واپس آ کر ایک طُوفان بن گیا اس نے ہر آدمی تک اپنا خیال پہنچایا ہر جرمن کو یہ بات بتائی اور رفتہ رفتہ اس کے گرد ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا اور یہ لیڈر بنتا گیا اور واقعی پھر اس نے ایک دُنیا کو ناکوں چنے چبوائے اور اگر اسے قدرت تباہ نہ کرتی تو وُہ ساری اتحادی قوتوں کو تباہ کر چکا تھا۔ اس سارے کام میں وُہ اس انہماک سے لگا کہ اس نے ایوا براؤن نامی اپنی محبوبہ جسے اس نے اپنی سیکرٹری بنا کر بھی رکھا، سے شادی کرنے کی فرصت بھی نہ نکال سکا اور جب اُسے پتہ چلا کہ سب کچھ اس کے ہاتھ سے

بڑھتے جاتے برلن تک چلا گیا اور اسکے ذاتی مورچے سے کوئی دو
زھائی سو گز کے فاصلے پر اتحادی فوجوں نے مورچے قائم کر لیے ہیں
ز اس وقت اس نے ایوا برون سے کہا کہ اب کرنے کو کچھ نہیں رہا۔
یں اپنی بازی ہار چکا ہوں۔ میری مصروفیات ختم ہو گئی ہیں چلو شادی
ی کر لیں اور اس آخری رات اس نے شادی کی اور گھنٹہ ڈیڑھ بعد
سے گولی مار کر خود بھی خودکشی کر لی۔ تب دشمن کے پہنچنے میں فقط
دو سو گز کا فاصلہ تھا۔ لیکن آپ اس شخص کی اپنے کام کیلئے (DEVOTION)
لگن دیکھیں کہ کسی ایک کام میں اتنی لگن تھی کہ اپنی ذات کے لیے بھی
وقت نکالنا اس کے لیے دشوار ہو گیا۔ وہ جب تقریر کرنے جاتا تھا تو
اس کے سیکرٹری کے پاس اس کی تین تین عینکیں ہوا کرتی تھیں دوران
تقریر وہ جس عینک کو اپنی مٹھی میں لے لیتا تھا وہ اس کی مٹھی سے سلامت
نکلتی تھی۔ اس جذبے اور جوش سے وہ تقریر کرتا تھا کہ اگر عینک اتار کر
وہ مٹھی میں لیتا تو وہ مٹھی میں ٹوٹ پھوٹ جاتی تھی یوں اس کا پی اے
اس کی ایک تقریر میں تین تین عینکیں اپنے پاس لیکر جاتا تھا یعنی اس میں
ایک جنون پیدا ہو گیا تھا۔ وہ حق پہ تھا یا نہیں؟ اس کی وہ بات درست
تھی یا نہیں؟ اس سے دنیا کو تباہی و بربادی ملی یا نہیں ملی آرام ملا یا
نہیں ملا؟ نفع ہوا یا نقصان۔ مجھے اس سے بحث نہیں میں فقط یہ کہہ
رہا ہوں کہ اس نے ایک بات طے کی اور اپنی تمام تر کوششیں اور
زندگی اس پر لگا دی بغیر سوچے سمجھے کہ نتیجہ کیا ہو گا؟ ان سب ہنگامہ
میں جنگ کی تباہیوں کے بعد سمجھ آئی کہ اس نے غلط سوچا تھا جس
میں فقط تباہی ہی تباہی تھی اور صرف ایک قوم یا ملک کی نہیں بلکہ
پوری دنیا کی تباہی تھی۔

جہاں ہر آدمی ایک الگ رائے رکھتا ہے، ہر آدمی الگ
کوشش کر رہا ہے ہر آدمی اپنی غرض میں مبتلا ہے تو اس چھینا جھپٹی میں
واقعی سکون کہاں ہے؟ آرام کہاں ہے؟ قرار کہاں ہے؟ آدمی کیسے
آبرومندانہ اور پرسکون وقت گزار سکتا ہے؟ اس کا جواب بندے
نہیں دے سکتے اس لیے کہ ہر بندے کا تجربہ اپنا ہوتا ہے۔ آپ دو
آدمیوں کو مرچ کھلا کر دیکھیں دونوں کا تجربہ فرق ہو گا ایک کو دوسرے
سے زیادہ کڑوی لگے گی دو آدمیوں کو آپ شربت پلا کر دیکھیں۔
ایک کو زیادہ میٹھا لگے گا جبکہ دوسرا کہے گا اس میں چینی کم ہے۔ تو
جب انسان ایک سی صورت حال سے گزر کر ایک رائے نہیں رکھ
سکتے تو پھر انسانیت کے لیے وہ کیسے ایک ضابطہ طے کر لیں گے کہ اس سے
سکون ملے گا۔ اس سے آرام ملے گا۔ جو باتیں انسان کی نظر سے دور ہیں۔
جنہیں وہ محض اپنی سمجھ، عقل و وہم اور دماغی کشتی کے زور پر طے کر لیتا
ہے وہ الگ ہیں تو لامحالہ اس کا فیصلہ اس ہستی سے لینا پڑے گا۔ جس
نے یہ کارگاہِ حیات تعمیر کی ہے جس نے یہ سارا کارخانہ بنایا ہے اُسی
ذاتِ بے ہمتا سے پوچھنا ہو گا کہ اس میں سکون کہاں ہے کوئی ایسی جگہ
اے بارِ خدایا ہے جہاں ہم آرام سے بیٹھ سکیں؟ عزت سے جی سکیں سکون
کا سانس لے سکیں۔ اس دنیا میں کوئی جائے امن ہے؟ کوئی دم لینے
کی سکون پانے کی جگہ ہے؟ اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں اے اولادِ
آدم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس واضح، صاف اور
روشن دلیل آ چکی اب انتظار نہیں کرو کہ کوئی نیا حادثہ ہو گا۔ کوئی نیا
پیغام ملے گا۔ کوئی نیا راہنما آئے گا۔ وہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ وہ تمہارا
رب ہے اس لیے اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ تمہاری ہر ضرورت
کی تکمیل کا سامان کرے تو یہ اپنے لیے جائے امن، جائے سکون تلاش
کرنا آبرومندانہ اور پرسکون لمحہ تلاش کرنا یہ تمہاری ضرورت تھی رب کریم
نے تمہاری یہ ضرورت پوری کر دی اور اتنی بڑی روشن دلیل بھیجی۔ ایک
ایسے انسان کو مبعوث فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس کی روشنی نے پوری
کائنات کو منور کر دیا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک شخص، ایک ہستی
دور دراز صحراؤں میں، اُجڑے ہوئے ویرانوں میں غیر معروف لوگوں
میں یتیمی میں غربت و افلاس میں جنم لے اور روئے زمین میں اس
کی روشنی پہنچے اور نہ صرف اس وقت پہنچے بلکہ بعد میں بھی صدیوں
کا سفر اس کی روشنی کو گھٹا نہ سکے اس کی شہرت کو کم نہ کر سکے، اس کے نام کی
عظمت کو نبھا نہ کر سکے اور تاریخ ان لوگوں کا نام بھولنے کی بھی جرأت

نہ کر سکے جنہیں اس ہستی کی جوتیاں اُٹھانے کا شرف حاصل ہو جاتے اس کی اپنی ذات تو ان عجب باتوں سے بہت الگ ہے ایک دوست نے ایک کتاب لکھی۔ جس میں مختلف موضوعات تھے اس میں نبی اکرمؐ کے یوم ولادت کے تعین کرنے کی کوشش کی پھر آپ کی عظمت کے مختلف پہلوؤں کو زیرِ بحث لایا اور پھر اس نے رمل اور نجوم کے تحت کہ جس میں زائچے بناتے ہیں اس حوالے سے بھی آپؐ کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی میرے خیال میں ایسا کرنا اسکی ضرورت تھی کہ یہ علم ہندوؤں کے ہاں رائج ہے اور ہندو اپنے اوتاروں کی' اور جنہیں اپنا مہاتما بنا رکھا ہوتا ہے کے زائچے بنا بنا کر ان کی بڑائی ثابت کرتے رہتے تھے اور اس کتاب کے مصنف نے اس علم کی رو سے انہیں لاجواب کر دیا کہ اگر آپ کے علم کے اعتبار سے زائچہ بھی بنایا جائے تو آپؐ کی عظمت اس اعتبار سے بھی سب پر مسلم ہے تو مجھے اس نے اس کتاب پر تبصرہ کرنے کو کہا میں نے دو چار سطریں لکھیں اور اس میں مَیں نے ایک بات زائچے کے متعلق یہ بھی لکھی کہ آپ نے اچھا کیا کہ اس کی اگرچہ ضرورت تھی کہ ان ہندو جوتشیوں کو ان کی زبان میں جواب دیا جائے لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ حضورؐ کی فضیلت کسی تارے کی رفتار کی، کسی گھڑی کی عظمت کی محتاج نہیں بلکہ یہ وہ ہستی ہے کہ گھڑیاں، لمحے اور ستاروں کی گردش ان کی وجہ سے شرف پاتے ہیں وہ لوگ اور ہوتے ہیں کہ فلاں دن فلاں وقت یا فلاں گھڑی پیدا ہُوا ہے اس لیے یہ شخص مبارک ہے یہاں تو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ وُہ دن، وُہ لمحہ، وُہ گھڑی بابرکت ہے جس کا تعلق آپ کی ذاتِ والا صفات سے ہے ہمارا جو ایمان ہے یہ اللہ کا احسان ہے یہ اپنی جگہ الگ، ایک عام انسانی اندازے پر ذرا سوچ کر دیکھیں کہ ایک ہستی یتیمی میں، غربت میں، افلاس میں بے سروسامان سے گھر میں، ایک دُور افتادہ، مفلس، قلاش اور ویران بستی میں اپنی آنکھ کھولے کسی نامور شخص کے ساتھ اسکا بیٹھنا اُٹھنا نہ ہو اس کے پاس دولت نہ ہو، فوج نہ ہو، لاؤ لشکر نہ ہو، کسی کالج سکول ادارے میں تشریف نہ لے جائے اور جب وُہ انسانیت کو مخاطب کرے تو دُنیا میں اس طرح کے وسائل نہ ہوں جو آج ہیں نہ ہوائی جہاز ہو نہ موٹر ہو نہ پہیئے کا تصور ہو، نہ تار ہو، نہ ٹیلیفون، نہ اخبار تو کم سے کم عرصے میں اس کا پیغام ساری انسانیت تک پہنچ جائے اور پھر صدیوں پر صدیاں بیتتی چلی جائیں اس کا پیغام اُسی طرح فضا میں گونج رہا ہو اور انسانیت کا ایک بہت بڑا حصّہ، پندرھویں صدی میں بھی زمین کا ایک تہائی انسان اس کی پیروی کو اپنی سعادت اور اس کا نام لینے کو باعثِ نجات اور اس کی محبت کو اپنا سرمایہ سمجھتا ہو تو کیا ایسی ہستی کو برہان یا واضح دلیل کہنا جچتا ہے یا نہیں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ آنے والے تو آچکے۔ اَب مزید نہ کبھی دلیل کی ضرورت ہے نہ بھیجوں گا۔ تم کس انتظار میں ہو ہمارے ہاں ایک رواج ہے، ہم سگے بہن بھائی آپس میں لڑ پڑتے ہیں رشتہ داروں سے لڑ پڑتے ہیں۔ بوڑھے بوڑھے رشتہ دار ہوتے ہیں وُہ بیچارے ترستے رہتے ہیں کہ کبھی ان کو اکٹھا دیکھ سکیں۔ دو بھائی ہیں ایک باپ سے ملتا ہے تو دُوسرا خفہ ہو کر اُٹھ جاتا ہے دُوسرا آتا ہے تو پہلا چلا جاتا ہے باپ اس صورتِ حال پر کڑھتا رہتا ہے جب وُہ مرتا ہے تو دونوں مل بیٹھتے ہیں یعنی وُہ اپنی صلح کے لیے اس حادثے کے منتظر تھے ایک آدمی تڑپتا رہتا ہے بیمار رہتا ہے لیکن ہم اس کے لیے وقت نہیں نکال سکتے ہیں اس پر پیسہ بھی خرچ نہیں کرتے کہ خُود ہی ٹھیک ہو جائے گا ڈاکٹر کے پاس لے جانے کے لیے وقت بھی نہیں پاتے۔ وُہی آدمی جب مر جاتا ہے تو ہمارے علاقے کی دعوت بھی پک جاتی ہے اور ہم مہینہ ڈیڑھ مہینہ کام کاج چھوڑ کر صف بچھا لیتے ہیں تب ہمارے پاس فرصت بھی ہوتی ہے اور خرچ کرنے کے لیے پیسہ بھی آجاتا ہے یعنی ہم اس حادثے کے منتظر رہتے ہیں کہ کوئی حادثہ ہوگا تو کام کریں گے۔ ربِّ کریم نے فرمایا اَب کوئی حادثہ نہیں ہوگا۔ آدمؑ کی بعثت سے لیکر عیسیٰؑ کی بعثت تک ہر نبی اور ہر رسُول پر جو کلام نازل ہُوا اس میں اللہ کریم وعدہ دیتے ہی رہے کہ ابھی ایک ہستی آنا باقی ہے لیکن آپ کی بعثت پر ہر دروازہ بند کر دیا۔ فرمایا اَب نیا نبی

نبی آئے گا۔ نئی دلیل نہیں آئے گی۔ نئی شریعت نہیں آئے گی۔ نئی روشنی نہیں آئے گی کوئی نیا فیصلہ نہیں آئے گا۔ بہت بڑی روشن دلیل تمہارے پروردگار کی طرف سے کہ اس کی ربوبیت کا تقاضا تھا کہ تمہاری رہنمائی فرماتا اور پھر عجیب بات ہے کہ اس برہان، اس ہستی کے ساتھ میں نے اپنا ذاتی کلام نازل فرمایا جو اوّل و آخر میرا ذاتی کلام ہے واضح روشنی تمہارے ہاتھ میں تھما دی۔ اب ایک آدمی کو خطرناک سے خطرناک راستے پر اندھیرے کی اندھیری رات میں اُسے اس راستے کا آشنا واقعی اس شخص سے محبت کرنے والا، اس کی سلامتی کا خواہاں راہنما بھی دے دیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ میں روشن قندیل بھی تھما دی جائے جو نہ صرف اُس کے راستے کو بلکہ ماحول کو بھی روشن کر دیتی ہے اُس کے بعد وُہ شخص اپنے رہنما سے کہتا ہے میں آپ کے ساتھ ہوں لیکن چلنا دُوسری طرف شروع کر دے ہاتھ کی روشنی ایک طرف رکھ دے کہ یہاں پڑی رہے خیر ہے میرے پاس تجربہ ہے میں گزر جاؤں گا تو اگر وُہ پھر گرتا ہے تو اس میں قصور کس کا؟ آج ہم شکوہ تو کرتے ہیں کہ رُوئے زمین پر مسلمان ہر جگہ خوار ہیں۔ ہر جگہ پریشان حال ہیں، ہر جگہ تباہ ہو رہے ہیں، ہر جگہ قتل ہو رہے ہیں یعنی روشنی ہاتھ سے چھوڑ کر دہ مسلسل مصیبتوں میں، گڑھوں میں گرتا چلا جا رہا ہے تو ہم اس مُسلمان سے کیوں نہیں پوچھتے کہ کیا اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام رکھا ہے؟ کیا قرآنِ کریم کی روشنی اس کے ہاتھ میں ہے؟ اور اس کے دکھائے ہُوئے راستے پر چل رہا ہے؟ اگر پھر بھی اُس کے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر یہ بُہت بڑی زیادتی ہے۔ لیکن وُہ دو ذریعے، وُہ دو سبب جو اللہ نے دیئے تھے اُن میں روشنی تو ہم نے طاقوں میں سجا دی اور قرآن ہم نے ریشمی غلافوں میں خوب کس کے رکھے ہُوتے ہیں کہ کوئی مر جائے گا تو پڑھیں گے۔ دیکھیں عجیب بات ہے قرآن جو آبِ حیات تھا، جو مردوں کو زندہ کرنے کا تریاق تھا، جو زندگی کی ہر حقیقت میں ہمارا معاون اور مددگار تھا اور راستے کی ہر اونچ نیچ میں ہمارا راہنما تھا اور جس سے ہمیں ہر آن پُوچھنا چاہیے تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے! کیسے کرنا ہے؟ جو زندگی کی دوا تھی اُسے ہم نے موت کا علاج سمجھ لیا اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے موت آسان ہو جاتی ہے ایک فلسفہ ہے کہ مرنے والے کے سرہانے سورۃ یٰسین پڑھو وُہ جلدی مر جاتا ہے یعنی یہ بات مُسلمانوں میں پھیلائی گئی کہ کوئی مر جائے تو قرآن پڑھ کر اُسے بخشو۔ اُسے ضرورت ہے۔ اُسکے پڑھنے سے وہ جنّت میں چلا جاتا ہے اور کوئی مر رہا ہے تو اسکے سرہانے قرآن پڑھو تو وُہ جلدی مَر جاتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔ میں نے یہ دوا زندہ رہنے کے لیے دی تھی تم نے اُسے موت کے لیے استعمال کیا۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ مرنے والے کو ثواب پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ موت بھی قرآن سے اُنہیں کی پرسکون ہو سکتی ہے جو قرآن کو زندگی کا نسخہ سمجھتے ہیں اور جو زندگی بھر قرآن سے تعلق نہ رکھیں بوقتِ مرگ ان کے سرہانے قرآن پڑھنا کیا مطلب رکھتا ہے؟ موت کا جو ہمارا تصور ہے اس کا ایک حوالہ خوُد قرآنِ حکیم میں ملتا ہے کہ برزخ تو پسِ پردہ ہے۔ عالمِ غیب میں ہے لیکن جب قیامت قائم ہو گی تو کسی سے کوئی پردہ نہیں رہے گا جب مَیں بھی (اللہ کریم فرماتا ہے) وہاں ہوں گا۔ آپ بھی وہاں ہوں گے۔ جو قیامت کو مانتے ہیں وُہ بھی وہاں ہوں گے جو نہیں مانتے وُہ بھی وہیں ہوں گے جو نیک ہیں وُہ بھی اُسی جگہ ہوں گے جو بدکار ہیں انہیں بھی اُسی میدان میں جمع کیا جائے گا۔ ایک دن ایک وقت میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے تو جو لوگ زندگی میں اپنے مُسلمان ہونے کے مدعی ہیں آنکھ کھلتے ہی جب حشر قائم ہوگا تو انہیں صرف اور صرف نبیٔ اکرمؐ کا جھنڈا ہی جائے پناہ نظر آئے گی۔ جہاں امن ہوگا، سکوُن ہو گا، چھاؤں ہوگی اور حادثاتِ قیامت سے تحفظ کی اُمید ہوگی۔ تو لوگ دوڑیں گے اس طرف تو ایک خاص طبقے کے لیے نبیٔ اکرمؐ دُعا فرمائیں گے کہ بارِ الٰہی انہیں میرے قریب مت آنے دینا مَیں یہ بات کر رہا ہوں کہ ساری زندگی ہم اپنے لائحہ عمل میں، روزمرہ کے معمولات میں تو اللہ کی کتاب

کو آنے نہیں دیتے لیکن سمجھتے ہیں کہ یہ مرنے کے بعد کام آئے گی مرنے کے بعد روزِ قیامت انہیں اپنے پاس آنے سے روکنے کی وجہ نبی اکرمؐ یہ فرماتے ہیں کہ بارِ الٰہی یہ جو لوگ میرے پاس دوڑ کر آنا چاہتے ہیں یہ وُہ لوگ ہیں جنہوں نے زندگی میں قرآن کو الگ رکھا کمانے میں، کھانے میں، خرچ کرنے میں، شادی بیاہ میں، دوستی دُشمنی میں، کاروبار میں، سیاسیات میں، اقتدار میں، بیماری میں صحت میں یہ وُہ کرتے تھے جو ان کا جی چاہتا تھا۔ وہاں قرآن کو دخل نہیں دینے دیتے تھے۔ وہاں قرآن سے الگ رہتے تھے۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ میرے جھنڈے کی چھاؤں میں آجائیں، میرے دامن میں پناہ لیں تو جن لوگوں نے قرآن سے الگ زندگی بسر کی الٰہی انہیں میرے قریب مت بھٹکنے دینا یعنی شفاعتِ کبریٰ ان لوگوں کے لیے ہے جو خلوص سے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں پھر ان سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں آخر انسان ہیں لیکن . جو زندگی بھر قرآنی احکام کو نظرانداز کرتے ہیں بلکہ اب تو حال یہ ہے کہ بتایا بھی جائے کہ یہ درست نہیں تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ کوئی بات نہیں، نہیں ہوگا درست یار رہنے دو ٹھیک ہے چل رہا ہے' ایک عام سی بات ہے میں نہیں سمجھتا کہ کسی مسلمان کو غلط فہمی ہو کہ سُود حرام ہے ہر مُسلمان کو پتہ ہے کہ سُود حرام ہے اور اگر اپنے اردگرد دیکھنا چاہیں کہ کتنے لوگ سُود نہیں لیتے تو کوئی بھی نہیں ملے گا یعنی قرآن واضح کرتا ہے کہ جو سُود کھائے گا اس نے اللہ اور اللہ کے رسُول سے اعلانِ جنگ کر دیا۔ اب سُود ہماری معیشت بن چکا ہے ہم نہیں چھوڑتے خود لیتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکومت بند کرے۔ حکومت کیا بند کرے ؟ حکومت بھی تو تمہیں لوگ ہو۔ کھا رہے ہو۔ چھوٹے بڑے امیر غریب۔ جس کے پاس سو ہے وُہ سو پر لے رہا ہے جس کے پاس دس ہزار ہے وُہ دس ہزار پر۔ جس کو ایک لاکھ ملتا ہے وُہ تو بالکل ہی بے فکر ہو جاتا ہے کہ بینک میں جمع کرادو ہر مہینے پیسے مل جائیں گے صرف یہ ہی نہیں زندگی کے باقی سارے شعبے دیکھ لو شادی کو تو چھوڑو یار اب تو جو مر جاتا ہے اس کی تدفین کی رسمیں قرآن و سُنت کے مطابق نہیں ہوتیں، زمانے کی رسُومات اور رواجات کے مطابق ہوتی ہیں ہم کہیں کہ شادی کے موقع پر ہم اللہ کو یاد کر لیں، ہم تو موت پر بھی اللہ اور اللہ کے رسُول یا اللہ کی کتاب یا سنت کی پرواہ نہیں کرتے مرنے والے کو بھی رسُوم کے مطابق دفن کرتے ہیں۔ شریعت اور سُنت کے مطابق نہیں تو ایسے کردار کے لوگوں کو، کیا اُمید کی جا سکتی ہے کہ مرنے کے بعد قرآن سے کیا فائدہ ہوگا جو زندگی بھر نہیں ہو سکا تو میرے بھائی یہ وہ دینے والا فائدہ ہے جیسے وُہ کروڑوں لوگوں کا بیمہ کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد انکوائری شروع کر دیتے ہیں پھر کروڑوں میں سے چند ہزار کو دیتے ہیں۔ باقی پر لکیر پھیر دیتے ہیں کہ فلاں کا بھی صحیح نہیں وہاں بھی قانون لگا ہے وہاں بھی لگا ہے یہ اُمید بھی ہماری بیمہ پالیسی ہے کہ مریں گے تو قرآن کام آئے گا یہ بڑی بات ہے کہ قرآن کام آئے گا لیکن اللہ فرماتا ہے قرآن میں نے تمہیں زندگی کا ساتھی دیا ہے۔ مریں گے تو رسُول اللہ شفاعت فرمائیں گے اور اللہ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری زندگی کے لیے سب سے بڑی دلیل، سب سے بڑا روشنی کا مینار، سب سے بڑا مینارہ نُور تمہیں دے دیا اپنے نبی کو اپنے رسول کو مبعوث فرما دیا اور اپنا ذاتی کلام تمہارے ہاتھ میں دے دیا۔ اب کہتے ہو آرام کہاں تو سُنو وُہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ پر ایمان نہیں ہے کہ "ایمان لائے" تو ایمان لائے نہیں وَاعْتَصَمُوْا جو چمٹ گئے اللہ کے رسُول اور اللہ کی کتاب کے ساتھ یہاں اُن کا ایمان لانا مقصود ہے ان کی بات ہو رہی ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وُہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کے ساتھ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ چمٹ جاوٗ پھر ان دلائل کے ساتھ اللہ کے رسُول کا دامن تھاما اور اس شدت سے تھاما کہ زندگی کے ہر کام کو آپؐ کی سُنت میں رنگ دیا۔ قرآن کو تھاما تو اس حال میں تھاما کہ ہر کام میں قرآن سے مشورہ کرتے ہیں، ہر بات میں قرآن سے مشورہ

ہوتے ہیں۔ ہر راستہ قرآن سے پُوچھ کر چلتے ہیں اور ہر آن قرآن اپنے سینے سے لگائے ہوئے بلکہ سینوں میں بسائے ہوئے ہیں اُن کی زبانوں پر ہر آن اللہ کا نام ہے ایسے لوگوں کو اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ وُہ مریں گے تو ان پر رحمت ہوگی جب وُہ یہ کردار اپنائیں گے اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرلے گا۔ ان کی زندگی بھی اللہ کی رحمت کے زیرِ سایہ ہوگی اُن کا کاروبارِ حیات بھی اللہ کی رحمت کے زیرِ سایہ ہوگا۔ صحت و بیماری نفع و نقصان، گرمی و سردی ہر حال میں اُن پر اللہ کی رحمت چھائی رہے گی ان کی موت اللہ کی رحمت کے زیرِ سایہ ہوگی ان کا برزخ اللہ کی بخشش میں ہوگا اور ان کی آخرت اللہ کی رحمت کے نور سے منور ہوگی۔ اور فرمایا دُنیا میں ہی اللہ ان پر رزق کشادہ کر دیتا ہے انہیں لوگوں اور بندوں اور غیر اللہ کی احتیاج سے مستغنی کردیتا ہے کتنا بڑا رئیس ہے وُہ شخص جو سوائے اللہ کے کسی کا محتاج نہیں رہتا اَب ان سیاستدانوں اور وزیروں کو مستغنی سمجھتے ہیں؟ یہ تو ایک ایک لڑکے کے پیچھے بھی پھرتے ہیں کہ انہیں ووٹ دے دے یعنی جنہیں ہم اقتدار میں آنے پر مستغنی سمجھتے ہیں یہ تو ایک ایک پائی کے لیے، ایک پیسے کے لیے، ایک ایک جھوٹ کے لیے، ایک ایک بندے کے پیچھے پھرتے ہیں۔ یہ بیچارے تو محتاج ہیں مستغنی تو وُہ ہے۔ امیر تو وُہ ہے جس کا ہاتھ اللہ کے سوا کسی کے آگے دراز نہ ہو امارت تو اسی کی ہے۔ مزہ تو اس کا ہے، زندگی تو اسی کی ہے مستغنی تو اسے کہتے ہیں کہ دن ہو یا رات، صحت ہو یا بیماری، مصیبت ہو یا آرام اللہ کے علاوہ انسان کسی کا محتاج نہ رہے اور اللہ فرماتے ہیں جو میرے نبی کا دامن تھام لیتے ہیں۔ میری کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔ انہیں میں وہی درجہ دے دیتا ہوں کہ میرے علاوہ کسی کے آگے اُن کی گردن جھکتی نہیں ہے۔ نہ ان کی آنکھ نیچی ہوتی ہے، نہ دستِ سوال دراز ہوتا ہے۔ میں انہیں اپنی طرف چلنے کے لیے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہوں، توفیقِ عمل ارزاں کر دیتا ہوں۔ نیکی کرنے کی توفیق دے دیتا ہوں اور ان کے سامنے دُنیا کی تمام ظلمتوں، سارے اندھیروں، تمام تر تاریکیوں میں ان کے لیے راستہ روشن کر دیتا ہوں اب یہ انسانیت پر منحصر ہے کہ اللہ کریم ایسا کریم ہے کہ اس نے یہاں صرف مسلمانوں کی بات نہیں کی بلکہ اس نے بنی نوعِ انسان کی بات کی ہے اَب یہ اس کا احسان کہ ہم پیدا ہی مسلمان گھروں میں ہوئے اور اللہ کریم نے ہمیں نسلاً بعد نسل نورِ ایمان عطا فرمایا لیکن ہم اگر اپنا کردار دیکھیں کہ ہر آدمی ہم میں سے مغرب کی طرف پر تول رہا ہے اگر کسی سے کہیں کہ اولاد بیچ دو میں تمہیں امریکہ کا ویزا دے دُوں گا بچے بیچ دے میں تمہیں برطانیہ پہنچا دُوں گا تو لوگ اولاد بیچنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ زمین بیچ دیں گے لیکن اگر ان سے کہو اپنے گھر رہو، آرام سے رہو ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے بلکہ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اللہ کا حکم کیا ہے؟ اللہ کا ارشاد کیا ہے؟ تم اس کے مطابق زندگی گزارو تو تو خفا ہو جاتے ہیں کہ یہ عجیب آدمی ہے۔ بیکار آدمی ہے، فضول آدمی ہے، اگلے زمانے کا بندہ ہے اس زمانے کی باتیں کر رہا ہے لیکن جب فرشتۂ موت آتا ہے تو بعض اوقات وُہ بھی حیران ہو جاتا ہے بعض لوگوں کے نس نس میں ظلم، گناہ، فسق و فجور کے ساتھ کفر و شرک رچا بسا ہوتا ہے کہ وُہ ساری زندگی کافروں کے، مشرکین کے پیچھے بھاگتے رہے۔ اُن جیسا بننے کی کوشش کرتے رہے اُن جیسے کھانے کھاتے رہے اُن کے ساتھ ملتے رہے اور دین سے بیزار رہے حتیٰ کہ نس نس میں وُہی باتیں اُتر گئیں تو اللہ کریم نے نقشہ کشی فرمادی ہے قرآنِ حکیم نے کہ وُہ فرشتۂ موت بھی اُن سے کہتا ہے فیما کنتم تم کرتے کیا رہے ہو۔ تمہیں کوئی اپنی فکر نہ تھی؟ کیا کرتے رہے ہو تم؟ تیری تو کسی نس میں بھی نورِ ایمان نظر نہیں آتا۔ تیرے تو وجود میں پکڑنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ تیری رُوح کو ہاتھ کون لگائے گا حدیث شریف میں آتا ہے کہ پھر ایسی رُوحوں کے لیے دوزخ سے جلتے ہوئے ٹاٹ کے ٹکڑے منگوائے جاتے ہیں جن میں لپیٹ کر انہیں لے جایا جاتا ہے لیکن وُہ فرشتہ بھی حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ اللہ نے تمہیں عقل دی

بھی ، اللہ نے تمہیں شعور دیا تھا اللہ نے تیرے لیے نبی مبعوث فرمائے اپنی کتاب نازل فرمائی ۔ فیما کنتم تم کرتے کیا ہے ؟ اُس وقت وُہ کہتا ہے کن مستضعفین فی الارض ہم کیا کرتے ۔ ہم تو غریب لوگ تھے ۔ جدھر بڑے بڑے چلتے رہے اُدھر چلنا ہماری مجبوری تھا اگر بڑے بڑے سُود کھاتے تھے تو ہمیں کھانا پڑتا تھا ۔ وُہ چوری کرتے تھے ۔ تو ہمیں ساتھ کرنا پڑتی تھی وُہ برائی کرتے تھے ہم بھی ساتھ کرتے رہے جہاں ہم رہتے تھے ، بستے تھے وہاں کے سارے اُمراء سارے بڑے بڑے لوگ کافر تھے ، مشرک تھے ، بدکار تھے ہم مجبور تھے ۔ غریب لوگ تھے اُدھر ہی چلتے رہے ۔ فرمایا کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی ؟ کافروں میں رہنے کی بجائے تو کسی ویرانے میں رہتا ۔ کسی صحرا کو نکل جاتا ۔ کسی بیاباں کو منہ کرتا لیکن کافروں کے ساتھ رہ کر کافروں جیسی ادائیں تو نہ اپناتا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی ؟ تم اس جگہ کو چھوڑ کر ، اس کفرستان کو چھوڑ کر کافروں اور بدکاروں سے الگ ہو کر اللہ کی زمین پر نکل جاتے نیکوں کے پاس چلے جاتے تو بہت بڑی بات تھی لیکن بدکاروں سے الگ ہو جانا ہی تمہاری نجات کو کافی ہوتا آج تو رُوئے زمین کو چھوڑے جا رہے ہو کل تک تو تم سے ایک مُلک نہ چھوڑا گیا اور وُہ ترغیب دلاتے ہیں بدکاروں کی یہاں ہمارا یہ حال ہے کہ ہم بستر باندھ کر کفر گاہ میں ، شرک گاہ میں اور بدترین سے بدترین جگہ جانے کے لیے پر تولے بیٹھے ہیں ۔ تو جن لوگوں کو یہ توفیق نہیں ہے کہ وُہ اللہ کا سجدہ ادا کریں ۔ جنہیں یہ پرواہ نہیں ہے کہ وُہ حرام کھا رہے ہیں ، جنہیں یہ فکر نہیں ہے کہ کتاب اللہ کو کھول کر کبھی دیکھ لیں اور جن کی ذہنی معراج یہ ہے کہ وُہ کافروں کے جوٹھے برتن اور کھانے پر پہنچ جائیں اور ان کی جوتیاں صاف کر کے وہاں کھا پی لیں مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان لوگوں کو مرنے کے بعد قرآن کیا فائدہ دے گا ؟ جو قرآن کا اپنا اسلوب ہے اس کے مطابق ۔ اللہ کرے کہ اللہ سب کو بخشش دے اللہ ہماری خطائیں بھی بخش دے اور دُوسرے سب لوگوں کی خطائیں بھی بخش دے ۔ ہمیں اس کے کرم پر اعتراض نہیں ہے نہ ہی اس نے ہم سے مشورہ کر کے بخشنا ہے وُہ اس کا اپنا کام ہے لیکن جو تعلیمات ہیں قرآن کی ، جو معیار ہے جو قرآنِ کریم نے حدبندیاں کی ہیں انہیں دیکھا جائے تو مر کر بھی کسی آرام کی اُمید نظر نہیں آتی ہم تو کہتے ہیں کہ ہم زندگی میں پریشان ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ زندگی کے بعد بھی کوئی آرام کی صُورت نظر نہیں آتی جو کچھ کہ ہم کر رہے ہیں ابھی ہمارے پاس وقت ہے فرصت ہے ۔ دنیا دارِ عمل ہے اور توبہ کا دروازہ وا ہے تو میرے بھائی سب سے پہلے یہ کام کرو کہ کسی یکجائی سے اَب عہدِ غلامی کر لو اور ملتِ احمدِ مرسل کو مقامی کر لو ۔ ہمارا یہ مُلک اور اس ملک کے حکمران اور اس کے مذہبی پیشوا ۔ یُوں نظر آتے ہیں ۔ جیسے سب کا نہ اللہ سے کوئی تعلق ہو نہ اُس کے نبی اور نہ اُس کی کتاب سے ہو یہ ایسے بدمعاش ہیں کہ میں کتنے دنوں سے ان کے ٹیلیویژن پروگرام دیکھ رہا ہُوں ۔ ربیع الاول آگیا ہے کیا ہے کہ بدکار عورتیں لیکر انہیں نعتیں پڑھنے پر لگا دیا اور کلین شیو لڑکے پکڑ کر بٹھا دیا کہ دین بتائیں گے عظمتِ رسالت بتائیں گے وُہ نعتیں پڑھتے رہے نظمیں پڑھتے رہے یا پھر مہینے کی فضیلت کہ حضور اس مہینے میں پیدا ہوئے اس مہینے میں بڑی فضیلت ہے وغیرہ وغیرہ ۔ کوئی ظالم یہ نہیں کہتا کہ حضورؐ نے انسانوں کو کیا کرنے کا فرمایا ؟ کیا طریقہ ہے کہ ہمارا رشتہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم رہے ؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے کہ ہم آپؐ کی رفاقت کو پا سکیں ۔ یہ کوئی نہیں بتاتا ۔ آپ ذرا دھیان سے اپنے ٹی وی پروگرام پھر سے دیکھ لیجئے ۔ یہی ہو گا کہ فلاں دن کی بڑی فضیلت ہے اس میں خیرات ، پیسے دینے چاہئیں اور وُہ جو یہ سب بتاتے ہیں ایسے ظالم ہیں کہ دُوسروں سے کہتے ہیں گیارھویں شریف پر چندہ دینا بڑی فضیلت ہے اور خُود صرف لیتے ہیں دیتے نہیں ۔ یعنی عجیب ثواب ہے کہ دُوسرے جو دیتے ہیں صرف وُہ دینے کا ثواب کمائیں پیر صاحب صرف لیتے ہیں انہیں لینے میں ثواب ہے ان ظالم لوگوں نے محمد رسُول اللہ کے نام نامی کو ذریعہ روزگار بنا رکھا ہے دُنیا میں پہنچنے یا مُسلمانوں کی نجات کے سامان ہیں یہ ؟ یہ آبرو کے اور عزت

ہیں ! ان کے دعوے سُنو تو کبھی کشمیر کے لیے تڑپ رہے ہیں کبھی کابل کے لیے پریشان ہیں کبھی ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم ہو گیا کے لیے چندہ جمع کرو بنگلہ دیش میں دوائیں بھجوانی ہیں ۔ او ظالمو ! یہ جو خلقِ خُدا سڑکوں پر ہر روز ذبح ہو جاتی ہے انکو کون پوچھے گا ! کشمیریوں کو کشمیر میں لڑنے دو جو لڑتا ہے وُہ مرتا بھی ہے ۔ اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں ۔ لڑیں گے تو مریں گے بھی لڑنے دو افغانوں کو مرنے دو انہیں ۔ تمہارا کیا بگڑتا ہے وُہ لڑ رہے ہیں اپنا جہاد کر رہے ہیں جہاد میں ان کے لیے شہادت بھی ہے ، موت بھی ہے مرنے دو ۔ تم جس خطۂ زمین پر مسلط ہو ظالمو ! جو یہاں مر رہے ہیں ان کا تو پتہ کرو کیا ملک میں تم نے امن قائم کر لیا ! انصاف قائم ہو گیا ؟ کوئی ڈاکہ نہیں پڑتا ! کوئی چوری نہیں ہوتی ؟ کسی کی عزت نہیں لوٹی جاتی ؟ اب تم یہاں سے فارغ ہو کہ ایک فوج لے کر کشمیر چلے جاؤ ؟ لیکن اگر اپنا گھر جل رہا ہو تو ہمسائے کی آگ بجھانے چل دو گے ؟ اس ملک کا حال ایسا ہے جیسے کوئی ایسا مریض ہو جسے دُنیا کا ہر مرض لگا ہو جس کی ٹانگیں ٹوٹی ہوئی ہوں ، جس کے بازو ٹوٹے ہوئے ہوں جس کی آنکھیں ویران ہوں جس کا پیٹ پھٹا ہُوا ہو جس کا سینہ چاک ہو اور اُسے پٹی باندھنے کے بجائے اُسے کہا جائے " شاباش پُتر تگڑا ہو تو کشمیر فتح کرے گا " ارے یہ کیا فتح کرے گا ؟ اُٹھے گا ، زندہ ہو گا ، تندرست ہو گا تو فتح کرے گا اس طرح بستر پر پڑے پڑے ۔ ٹوٹی ہوئی ٹانگوں اور کٹے بازوؤں سے کشمیر فتح کریگا خود جو وزیر ہیں اُن کے بچے محفوظ نہیں ہیں اُن کے اپنے گھر لُٹ جاتے ہیں خود جو فوج میں افسر ہیں جو ملک کی حفاظت پر مامُور ہیں خود اُن کے گھر ڈاکو لُوٹ کر لے جاتے ہیں ۔ ارے جو بندہ اپنے گھر کی حفاظت کے قابل بھی نہیں چھوڑا آپ اُس سے ملک کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے کی کیوں اُمید رکھتے ہو ؟ تو یہ سارا فراڈ ہے ۔ دنیوی فراڈ تو تھا ہی دینی فراڈ اس سے بھی بڑا بنا لیا گیا ۔ سارا سال پیشہ کرنے والی عورتوں کو پکڑ کر لے آتے ہیں اور گیارھویں شریف منا لیتے ہیں ۔ غزلیں اور ماہیے گا کر اور دنوں اور مہینوں کی فضیلتیں بتا کر اُنہوں نے اسلام کا حق ادا کر دیا ۔ سارا سال کنجر ناچتے رہتے ہیں ۔ ٹیلیویژن پر اور مہینے میں ۲۷ گھنٹوں میں ۲۷ سیکنڈ نہیں دیتے قرآن حکیم کو کہ کوئی اسے بیان کرے قرآنِ حکیم بیان کرنا ہو تو کوئی ڈوم اپنے مطلب کا پکڑ کر لے آتے ہیں اور اس پر اُمید یہ ہے کہ اللہ ہم پر وُہ کرم فرما جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فرمایا تھا جن دنوں میں نور پور ایک سکول میں پڑھایا کرتا تھا ظہر کی نماز ہم مسجد پڑھنے جایا کرتے تھے ۔ سردیوں میں چونکہ ذرا لیٹ چھٹی ہوتی ہے تو ظہر کے وقت سارے اساتذہ سکولوں میں تفریح کر لیتے ہیں ۔ تو مسجد میں ایک مولوی صاحب آئے ہوئے تھے جیسے ٹیپیکل مولوی ہوتے ہیں ۔ گول سی توند ، چھوٹی سی سری ، چھوٹا سا قد ، پھیلاؤ زیادہ ، لمبائی کم ۔ اُوپر چھوٹا سا طرہ باندھا ہُوا ، ایک چھوٹی سی کپڑوں کی گٹھڑی بھی پاس رکھی ہُوئی ۔ تو نماز کے بعد انہوں نے کہا وعظ ہو گا سُنیے ہم بھی سکول کے ماسٹر تھے ۔ یہ بیکار محکمہ ہوتا ہے یہ بھی شکر کرتے ہیں چلو گپ شپ رہے ۔ پوچھنے والا تو انہیں کوئی ہوتا نہیں ۔ دس پندرہ منٹ مولوی صاحب نے کوئی اِدھر اُدھر کی ماریں ۔ پھر بولے میری دو بیویاں ہیں ، اتنے بچے ہیں ، بوڑھا ہو چکا ہُوں ۔ مجھے کچھ پیسے دو ۔ اَب وُہ دیہاتی سا گاؤں تھا ۔ اُن دنوں یُوں ریل پیل پیسوں کی ہوتی نہ تھی ہمیں سکول میں پچاس روپے ماہوار تنخواہ ملا کرتی تھی اور اس پر تیس روپے مہنگائی الاؤنس ملتا تھا تو جو آدمی ۸۰ روپے میں اپنا سارا گھر چلاتا تھا وُہ وہاں کیا دے گا ؟ کون دیتا اُسے ۔ غریب کو تھوڑے ہی ملے تو بڑا اُسے شور کرنا پڑا کہ یار تم دو آنے ہی دے دو ۔ تم چار آنے ہی دے دو ۔ کوئی ایک روپیہ ہی دے دے پندرہ بیس منٹ تقریر میں لگے ، آدھا گھنٹہ اُس چھینا جھپٹی میں لگ گیا تو دو چار روپے ہی بن سکے ۔ جب دو چار روپے بن گئے تو مولانا نے دُعا فرمائی جو میں آپکو سُنانا چاہتا ہُوں فرمانے لگے " اے اللہ وُہ رزق عطا کر جو عثمان غنی کو دیا تھا " ۔ میں نے کہا یار خُدا کے لیے کوئی شرم رہنے دے اپنی بھی اور ہماری بھی ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس طرح رزق جمع کیا

(باقی صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

نکاح کی اہمیت

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

انسان کو محدود عرصے کے لیے زندہ رکھنا عجیب و غریب نظر آتا ہے جبکہ اس کی قدرت کے اتنے بڑے بڑے نظام جو ہیں وہ موجود ہیں اور واقعی کتنی عجیب بات ہے کہ انسان جسے روزمرہ کی زندگی میں یا معمولات زندگی میں لیتا ہے یہ کوئی عام باتیں نہیں ہیں سورج کا طلوع و غروب روزانہ مقررہ جگہ سے مقررہ وقت پر روزانہ خاص مقدار کی گرمی روشنی تقسیم کرنا ایک خاص مقدار میں بادلوں کا بننا برسنا چیزوں کا بننا بگڑنا اور کائنات کی یہ ایک مسلسل رواں دواں زندگی اس کی قدرت کاملہ پہ شاہد عدل ہے انسان کو اس نے اس سارے نظام کائنات میں زندگی گزارنے پر تو اسی طرح مجبور کر دیا جس طرح ایک ریت کا ذرہ درخت کا ایک پتا پانی کا ایک قطرہ اس کی تقدیر کے مطابق اپنے وقت پر برستا ہے اپنے وقت پہ کام کرتا ہے انسان بھی حکماً بغیر اپنی پسند کے اس کے حکم سے پیدا ہوتا ہے بغیر کسی چوائس کے اس کے حکم سے مر جاتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے انسان کا قد کاٹھ بناتا ہے، شکل بناتا ہے اسے عقل دیتا ہے اسے شعور دیتا ہے اسے صحت دیتا ہے اسے رزق دیتا ہے ان تمام معاملات میں انسان کو کوئی دخل نہیں جب عالم آب و گل میں وارد ہوتا ہے تو زندگی تو اس کی اس کے حکم کے مطابق قانون کے مطابق گزرتی ہے لیکن اس نے زندگی کو سمجھنے کا اور زندگی گزارنے کا اسلوب اپنانے کا اختیار انسان کو دے دیا۔

پیٹ بھرنے کے لیے غذا چاہیے یہ اس کی مجبوری ہے بغیر غذا کے رہ سکتا ہی نہیں اب وہ غذا حلال چاہتا ہے یا حرام سے پیٹ بھرے گا یہ اس کی پسند ناپسند کا اختیار انسان پر چھوڑ دیا بتایا کہ تیرے لیے یہ حلال ہے یہ حرام ہے حلال کو اختیار کرے گا تو نہ صرف اپنی بقا کا فریضہ انجام دے گا بلکہ میرا قرب بھی پائے گا اور اگر اپنی پسند سے میرے اس نظام میں جو بلا جہاں سے بلا پیٹ بھرے گا تیری شکم پری تو ہو جائے گی لیکن اپنی حکومت و سلطنت میں تیری دخل در معقولات کی حرکت پر تجھے سزا دے گا۔

اس نظام کا ایک بہت بڑا اہم حصہ رب جلیل نے ایک مرد ایک خاتون کو مل کر زندگی گزارنے کے ایک فعل سے شروع کیا ہے ایک بچی ایک بچہ مل کر ایک نئی حیات کی ایک نئے خاندان کی ایک نئے کنبے کی بنیاد رکھتے ہیں کہ اپنے حصے کا وہ عمل جو ان کے ذمے ہے اس کا حق ادا کریں چونکہ اسلام بھرپور زندگی کا نام ہے اسلام کی ذمہ داریوں سے فرار کا نام نہیں ہے اسلام گوشہ نشینی کا نام نہیں ہے۔ اسلام فاقہ کشی کا نام نہیں ہے اسلام کاروبارِ حیات تج دینے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام نام ہی کاروبارِ حیات کو اللہ کے قانون کے مطابق کرنے کا ہے تو اگر کوئی کاروبار تج ہی دیتا ہے تو وہ قانون کے مطابق ہوا یا خلاف ہوا وہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس میں اسلام کی اپنی کچھ شرائط ہیں اور غیر اسلام کی اپنی ترجیحات ہیں اسلام کے علاوہ جو دنیا کا معاشرہ ہے اس میں دولت کے اعتبار سے برادری یا جوڑ دیکھے جاتے ہیں شکل و صورت کو اولیت دی جاتی ہے جائیداد اور ریاست کو فوقیت دی جاتی ہے لیکن اسلام کی بنیاد دین ہے کہ بیٹے والا اگر بیٹے کے لیے رشتہ تلاش کرتا ہے تو

اس کی جو بنیادی اہمیت ہے وُہ دین ہونی چاہیے کہ وہ خاندان دیندار ہو بچی دینی شعور رکھتی ہو اور بچی والے اگر کسی کے ساتھ تعلق جوڑنا چاہتے ہیں اُن کی ترجیح اسلامی نقطہ نظر سے بنیادی ترجیح دین ہونا چاہیے خواہ دُنیوی اعتبار سے آدمی مالدار نہ بھی ہو لیکن دینی اعتبار سے اُسے غنی ہونا چاہیے پھر اسلام نے اِسے محض ایک تکمیل خواہش کا نام نہیں دیا بلکہ یہ پابندی لگا دی کہ اگر محض خواہشات کی تکمیل کے لیے نکاح کرو گے تو وُہ نکاح نہیں ہوگا۔ بلکہ بنیادی شرط یہ رکھی۔ نکاح کی شرط یہ ہے کہ عمر گزارنے کا زندگی نبھانے کا عہد ہو۔ وقتی اور لمحاتی جذباتی تسکین کا ذریعہ نہ ہو یہ نہ ہو کہ کسی نے کسی مرد نے کسی خاتون کو دیکھا اور اس کا اس پر جی آگیا تو انہوں نے کہا چلو دو سال چار سال دس سال ایک ہفتہ دو دن سات دن ہم مل گزار لیں فرمایا اس طرح اللہ کی کائنات میں رہنے کی اجازت نہیں بلکہ اس کی بنیاد یہ ہے ــــ زندگی نبھانے کا مل کر زندگی گزارنے کا فرائض اور اپنے واجبات ادا کرنے کے لیے ایک باہمی کنبہ بنانے کا فرمایا۔

وبتغوا ما کتب اللہ لکم اللہ کے

جو انعامات تمہارے لیے ہیں ان کو تلاش کرو مل کر ایک خاندان کی بنیاد رکھو صالح افراد دو معاشرے کو صالح کردار پیش کرو اچھے گھروں اور اچھے خاندانوں کی مثال پیش کرو نیک اور صالح میاں بیوی کا کردار اپناؤ دنیا کماؤ حلال طریقے سے دنیا میں رہو جائز طریقے سے دولت خرچ کرو اللہ کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق تو اس اعتبار سے یہ ایک بہت اہم بہت متبرک بہت مقدس تقریب قرار پائی کہ دو افراد انسانیت' دو بچے مل کر ایک نئے خاندان کی جو خاندان اسلامی اقدار کے مطابق اللہ کی بنائی ہوئی زمین پر اللہ کی بنائی ہوئی کائنات میں ایک مثالی زندگی پیش کرنے کا عزم لے کر یکجا ہوں۔

ایک بات جو نکاح میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے اور جتنی بنیادی اہمیت رکھتی ہے اتنی ہی عدم توجہی کا شکار بھی ہے اسے محض ایک رسم بنا دیا گیا ہے وُہ ہے حق مہر۔ میں نے اس معاملے میں بہت کتابیں چھانیں کہ آخر یہ حق مہر کیا شے ہے اس کی کیا ضرورت ہے اگر ایک بچی ایک بچہ باہم مل کر ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں ایک باپ اپنی بیٹی کو دُوسرے خاندان میں بھیجتا ہے اس کی ساری وُہ خوبی خامی اُس کی بھلائی اُس کے لیے اچھائی اس کے مستقبل کا جو انسانی اختیار میں ہے اپنی طرف سے سارا کچھ بہتر تجزیہ کر کے وہاں بھیجتا ہے تو اس کے لیے دو ہزار چار ہزار پانچ ہزار دس روپے بتیس روپے تیس روپے اس کی کیا ضرورت ہے محدثین نے اس پر بہت لمبی بحثیں کی ہیں کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ مہر خاتون کے لیے اللہ کا عطیہ اور اُسی کا انعام ہے جو میں سمجھ سکا ہوں وُہ یہ ہے کہ اسلام کی ہر ایک ادا میں ایک حسن ہے نکاح جب ہوتا ہے شادی ہوتی ہے تو ایک بچی اپنا خاندان اپنا گھر اپنے والدین اپنے بہن بھائی یہ سارا چھوڑ کر اپنا ماحول چھوڑ کر ایک نئے خاندان نئے کنبے ایک نئے گھر میں قدم رکھتی ہے۔ جہاں وُہ تھی۔ دہاں تو وُہ بھی اُس گھر کے مالکوں میں سے ایک تھی وُہ کہتی تھی یہ کمرہ میرا ہے یہ بستر میرا ہے یا کسی زمیندار کی بچی کہتی ہے یہ گائے میری ہے یہ بھینس میری ہے یا یہ بکس میرا ہے یا یہ بیڈ میرا ہے لیکن جب وُہ نئے گھر میں گئی تو اُس کے پاس کہنے کو صرف یہ ہے کہ یہ کمرہ میرے میاں کا ہے یہ بکس میرے سُسر کا ہے یہ چادر میری اُمی کی ہے اللہ کریم نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ جو کچھ وُہ ساتھ لے کر جائے وُہی اس کا ہو بلکہ اُسے نئے خاندان کا ممبر بنا کر اُسے اس میں ایڈجسٹ کیا اور اُن پر واجب کر دیا کہ وُہ اپنی ملکیت میں سے ایک حصّہ اپنی حیثیت کے مطابق اُس کی ملکیت میں دے دیں جو وُہ ان کے گھر سے لے کر کہہ سکے کہ یہ میرا ہے یعنی وُہ اسی خاندان کا حصّہ بن جائے اُس کا فرد بن جائے ان کی جائداد سے اُن کی زمین سے اُن کے پیسوں سے اُن کے لباس سے ان کی دولت

جس پر پہلے اُس کا کوئی حق نہیں تھا جب نکاح ہو تو اُس جائیداد سے وُہ کہہ سکے یہ میرا ہے میں بھی اس خاندان کا ایک فرد ہُوں تو اس طرح سے اُس نئی آنے والی بچی کو اُس خاندان کا باقاعدہ ایک مالک فرد بنا کر اسلام نے اُسے اس خاندان میں ایڈجسٹ فرمایا اب اسے محض ایک رسم کے طور پر لے لینا کہ جی بتیس روپے حق مہر رکھ دو تو میرے خیال میں یہ مہر کا جو مفہوم ہے۔ وُہ ضائع ہو گیا تو حکم تو ادا ہو گیا حکم کی تعمیل ہو گئی لیکن جو اس کا مقصد تھا فوت ہو گیا یا اپنی حیثیت سے بڑھ کر دس لاکھ پچاس لاکھ ساٹھ لاکھ مہر لکھ کر دے دو اس شام پر کہ وُہ میاں پر ایک تلوار لٹکتی رہے جب تم ہلو گے یا غلطی کرو گے تو تمہارے خلاف یہ دعویٰ ہو جائے گا تو ایسا کرنا نکاح کے مقصد ہی کو فوت کر دیتا ہے اگر کسی کو کسی پر یہ اعتماد نہیں ہے کہ ہم مل کر ایک خوبصورت سے یونٹ کی بنیاد رکھ سکتے ہیں معاشرے میں تو ان کا آپس میں نکاح کرنے کی کوئی تُک نہیں بنتی اس لیے اللہ کریم نے جہاں والدین کو اور ورثا کو تلقین فرمائی ہے وہاں خود نکاح کرنے والی بچی کو بھی اختیار دیا ہے کہ اگر وُہ پسند کرے تو نکاح کرے اگر وُہ انکار کر دے تو آپ جبراً نکاح نہیں کر سکتے یہ دو گواہ جو اجازت لینے بچی کے پاس جاتے ہیں رسم نہیں ہے یہ اس کا حق ہے۔

بلکہ اسلام نے اس سے آگے ایک گنجائش رکھی ہے کہ اگر کوئی نابالغ بچی ہے اور ولی اس کا نکاح کر دیتا ہے تو وُہ جیسے ہی بالغ ہو اُس کے پاس اختیار ہے کہ اُس نکاح کو برقرار رکھتی ہے یا توڑ دیتی ہے جیسے وُہ بالغ ہو اُسی وقت وہ انکار کر دے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو وُہ نکاح فاسد ہو جاتا ہے چونکہ اِس کی جو بنیاد ہے اگر اس کی بنیاد ہی آپ جھگڑے پر رکھیں گے تو اُس سے خاندان بستے گا؟ اُس میں صلاحیت کہاں سے آئے گی اگر اس کی بنیاد ہی عدم اعتماد پر اور ایک دوسرے کو ڈرا دھمکا کر اس پر وہ لمبا چوڑا مہر لکھا کر دعویٰ کر دیں کہ یہ کر دیں گے وُہ کر دیں گے اگر ایک دُوسرے کی بد اعتمادی پر اس کی بنیاد ہو گی اُس کی بنیاد ہی بددیانتی پر ہو گی تو اُس سے دیانتدار کنبہ یا ایک دیانتدار حصّہ معاشرے کا یُونٹ کیسے بن سکے گا۔ اس لیے اسلام نے بچی کو بھی اختیار دیا ہے کہ وُہ اپنی رائے کا اظہار کرے اُس کے ساتھ جبر نہیں ہو سکتا اور بچہ بھی اپنی پسند سے قبول کرے تجویز کر سکتے ہیں والدین بزرگ مشورہ دے سکتے ہیں بزرگ رائے دے سکتے ہیں لیکن اختیار ان کا اپنا ہے اور اس لحاظ سے جو مناسب بنتی ہے حیثیت مہر کی میری اپنی ذاتی رائے میں جو میں سمجھ سکا ہوں وُہ کم از کم اُس کنبے کا جن کا نکاح ہو رہا ہے کم از کم اُن کے ایک مہینے کا خرچ تو ہونا چاہیے اپنی ملکیت تو وُہ اپنی جائیداد میں سے اس آنے والی بچی کو دے دیں جس سے اُنکے معیار کے مطابق جو اُن کی رہائش ہے جس طرح وُہ کھاتے پیتے ہیں اس طرح سے اُس کا ایک مہینہ تو بسر ہو سکے تو یہ حق مہر کی رقم جو ہوتی ہے یہ اس کی ذاتی ملکیت بن گئی وُہ چاہے تو اُسے خاوند کو لوٹا دے اُسے معاف کر دے اُس سے وصول ہی نہ کرے چاہے تو کسی اپنے ذاتی مصرف پہ لگا لے چاہے تو کوئی کاروبار کرے چاہے تو کسی تجارت پہ لگا لے یہ اس کا ذاتی اپنا مال ہوتا ہے جسے وُہ شرعی حدود کے اندر خرچ کرنے کی ہر طرح مجاز ہوتی ہے یہ تو تھی مختصر سی بات آج کل نکاح کو ہم نے محض دُنیا داری کے لیے ذریعہ بنا لیا ہم صرف یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں گھر کے ساتھ میرا رشتہ ہو گیا تو میری سیاسی قوت بن جائے گی یا فلاں کے ساتھ ہو گیا تو قوتِ بازو بن جائے گی تو ہم مل کر لوگوں کو دبایا کریں گے فلاں کے ساتھ ہو گیا تو وُہ بڑا امیر ہے دولت مل جائے گی ہمیں یہ ساری باتیں اسلامی نقطہ نظر کے مطابق نہیں۔

اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ دو فرد مل کر ایک بچی ایک بچہ مل کر معاشرے کے ایک باصلاحیت ایک نیک اور ایک اچھے یونٹ اور ایک اچھے خاندان اور ایک ایسے گھر کی بنیاد رکھیں اور وُہ اللہ کے نام پر جمع ہوں اللہ کے نام پر زندگی بسر کریں اور اللہ

ہی کے نام پر ساری زندگی نبھاتے رہیں اور اگرچہ بعض ناپسندیدہ صورتوں میں کوئی چارہ کار نہ رہے تو اللہ نے علیحدگی کی گنجائش رکھی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک حلال فعلوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ حلال فعل جو ہے وُہ کسی میاں بیوی کا الگ ہونا ہے اگرچہ اسے حلال رکھا ہے اور کوئی صوُرت نہیں رہتی، کسی طرح نبھا نہیں ہو سکتا تو یہ راستہ اختیار کرے قرآنِ حکیم میں اگر آپ تلاش کریں تو آپ کو جگہ جگہ بالمعروف کا لفظ ان احکام کے ساتھ ملے گا۔ کہ اگر خدانخواستہ کبھی نبھا نہ ہو سکے تو جدائی بھی پسندیدہ اور خوبصورت طریقے سے ہونی چاہیے اس میں وجہ ہونی چاہیے کہ اگر ہم اکٹھے رہیں گے تو شاید ہم اللہ کے قوانین کو نبھا نہیں سکیں گے اُس کی منشا کے مطابق نہیں رہ سکیں گے یہ ہونی چاہیے اُس کی مرکزی وجہ۔ اگر وُہ مل کر اللہ کی حدُود کے اندر رہ سکتے ہیں تو انہیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ یہ زندگی کرنے کا معاہدہ ہے یہ تھی مختصر سی بات جو عرض کرنا چاہتا تھا تو اَب آئیے مل کر ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(بریگیڈیئر محمد اکرم صاحب کے صاحبزادے کے نکاح کے موقعہ پر ۱۹ اپریل ۱۹۹۱ء)

بقیہ: نکاح کی اہمیت

تھا؛ کہتا ہے "وُہ رزق دے جو عثمانِ غنی کو دیا تھا"۔ میں نے کہا خدُا کے غضب سے ڈر کہیں مسجد آن گرے گی ہم پر۔ جو کچھُ ہم کر رہے ہیں یہ عثمان غنی والا معیار نہیں ہے جو ہمارا کردار ہے۔ جو ہمارے ہیں رسُول اللہ کی عزت ہے۔ یہ خالی کہہ دینا کہ میں عزت کرتا ہُوں آپ سمجھتے ہیں یہ عزت افزائی ہے؟ اور قرآنِ حکیم کو پڑھ کر نہ دیکھنا، پڑھنا نہیں، سمجھنے کی کوشش نہ کرنا اس پر سکون نہیں مل سکتا اللہ نے طے کر دیا ہے کہ عزت و آبرو، امن و سکون اور نفع کے لیے دُنیا کی روزی ہو۔ دُنیا کا رزق ہو، دُنیا کا آرام ہو، دُنیا کا سکون ہو۔ دنیا کی عزت ہو، زندگی کی بات ہو، موت کی ہو یا مابعدالموت کی۔ فرمایا جس نے میرے نبی پاکؐ کا دامن پکڑ لیا اور واعتصموا و چمٹ گیا اس سے اُسے عزت بھی مل گئی، سکون بھی مل گیا، امن بھی مل گیا رزق بھی مل گیا، اس کے سارے مسئلے حل ہو گئے اور جو اس در سے چمٹ نہیں سکا وُہ اور کہیں سکوُن کا کوئی لمحہ پا بھی نہیں سکا اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں پوُرے خلوص کے ساتھ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا الحمد للہ رب العلمین

دُعائے مغفرت

- فضل کریم بٹ صاحب (اسلام آباد) کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔ تمام ساتھیوں سے دُعا کے لیے درخواست ہے۔
- نائب صوُبیدار محمد گلستان ڈنڈوت والے کے والد محترم ۱۸ ستمبر کو وفات پا گئے ہیں۔ دُعائے مغفرت کے لیے ساتھیوں سے التماس ہے۔
- شاہ کوٹ ضلع شیخوپوُرہ کے پُرانے ساتھی محمد افضل۔ محمد اسلم پسران عبدالحمید کی ہمشیرہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی۔ اس کے مغفرت کی عاجزانہ درخواست ہے۔
- محمد امین صاحب (ڈسکہ) کی والدہ وفات پا گئی ہیں اُن کے لیے دُعائے مغفرت فرمائیے۔
- عابد محمود اویسی (ابوظہبی والے) برادر م زاہد محمود راولپنڈی ۲۷ اگست ۹۱ کو ابوظہبی میں حادثہ میں وفات پا گئے ہیں۔ اُن کے لیے دُعائے مغفرت فرمائیے۔

صدقات

پروفیسر جمیل احمد خان

آیت : البقرہ ۲۲/۱۷۷

ترجمہ :- یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو، بلکہ نیکی تو یہ ہے، جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔ اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کریں اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

تشریحی نکات

۱- بڑی نیکی جو ہدایت و مغفرت کے لیے کافی ہو، عقائد، عبادات اور اعمال پر مشتمل ہے، جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔

۲- اس آیت کے تیسرے حصہ میں تصحیح عقائد و تصحیح معاملات کے بعد نمبر عبادات کا ہے۔ عبادات بے شمار ہیں۔ اور ان کی بڑی تقسیم عبادت بدنی اور عبادت مالی ہے۔ نماز ساری بدنی عبادات کی اور زکوٰۃ تمام مالی عبادات کی قائم مقام ہوگئی۔ زکوٰۃ دینے سے مراد حسب آداب و شرائط باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔

۳- آیت کے دوسرے حصہ میں بہ تصحیح اعمال کا ذکر ہے اور اعمال میں بھی ابتدا شعبۂ معاملات سے ہوئی۔ اعمال میں یہ بات شامل ہے کہ اپنے مال کو علاوہ زکوٰۃ کے قریبوں، یتیموں، غریبوں اور مسافروں اور سائلوں کو جو کہ محتاج ہوں، دے اور گردنیں چھڑانے میں صرف کرے۔

۴- خرچ مال اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہو۔ گویا یہ بتلا دیا گیا ہے کہ صرفِ مال فی نفسہٖ ہرگز محمود و مطلوب نہیں، مطلوب و مقصود صرف وہ صرفِ مال ہے جو اللہ کی راہ میں، اللہ کی رضا جوئی کے لیے، اللہ کے دین کے فروغ کے لیے ہو۔ دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ صرفِ مال، مال کی محبت کے باوجود ہو۔ اس میں بھی ایک پختہ مومن کی تصویر آگئی ہے۔ وہ عمل اسی پر کرے گا جو حکمِ ربانی ہے اور خرچ وہیں کرے گا جہاں شریعت حکم دیتی ہے۔

۵- مصارفِ خیر کی ترتیب جو یہاں دی گئی ہے، کتنی مناسب اور حکیمانہ ہے۔ آیت کے اس جزو میں اُمت کا پورا نظامِ معاشی ایک خلاصہ کے شکل میں آگیا ہے۔ مالی اعانت سب سے پہلے اپنے عزیزوں، قریبوں کی کرنا چاہیئے۔ ہر زردار کو سب سے پہلے خبر گیری اپنے نادار عزیزوں، کنبہ والوں، بھائیوں، بہنوں، بھتیجوں بھانجوں اور دوسرے قریبوں کی کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد نمبر محلہ کے، بستی کے، شہر کے یتیم بچوں، بچیوں کا آتا ہے۔ جن کا کوئی والی وارث یا سرپرست باقی نہیں رہا ہے۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ نمبر اُمت کے عام مفلسوں، محتاجوں اور پھر ان مسافروں، راہ گیروں کا آتا ہے جو زادِ راہ سے محروم ہیں اور اس لیے اپنے ضروری سفر سے محروم رہ جاتے ہیں، یا بستی میں کہیں باہر سے وارد ہوگئے ہیں اور کوئی ان کے ٹھہرانے، کھلانے پلانے کا روادار نہیں ہو رہا ہے۔ اور پھر آخر میں اہلِ حاجت سوالی رہ جاتے ہیں۔ اس پورے

معاشی پروگرام پر اگر باقاعدہ عمل ہونے لگے تو اُمت میں کہیں مفلسی تنگ دستی، بے معاشی، بے روزگاری کا وجود باقی رہ سکتا ہے ؟ ایک اور مصرفِ خیر جو یہاں بیان کیا گیا ہے، وہ فی الرقاب ہے۔ یعنی قیدیوں اور غلاموں کی گردنیں چھڑانے میں۔ محاورہ میں اس سے مراد وہ لیتے ہیں جن کی گردنیں آزاد نہیں یا جو بندھے ہوئے ہیں یعنی غلام جو دوسروں کی رعایا ہیں۔ یا قیدی جو کسی جرمِ فوجداری یا دیوانی کی علت میں گرفتار ہو کر محبوس ہیں۔ یہاں زرِ معاوضہ دے کر قیدیوں کو قید سے اور غلاموں کو غلامی سے آزادی دلانا ہے۔ اس ضروری مد کے اضافہ کے ساتھ یہ فہرست امت کے اجتماعی نقطۂ نظر سے ہر طرح مکمل ہو گئی ہے۔

آیت : البقرۃ ۲۴/۱۹۵

ترجمہ :۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو۔ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تشریحی نکات

۱۔ اس سے گذشتہ آیت میں جان قربان کر دینے کا حکم تو قتال کے ذیل و ضمن میں آچکا، اب حکم اس آیت میں صرفِ مال کا مل رہا ہے۔

۲۔ اسلام میں جس طرح محض جان دے دینا مطلوب و مقصود نہیں، بلکہ وہ جان دینا مطلوب و مقصود ہے جو خدا کی راہ میں ہو، اللہ کے دین کی بڑائی کے لیے ہو۔ اسی طرح مطلق صرفِ مال کی ہرگز کوئی وقعت و قدر نہیں۔ قدر صرف اسی مال کی ہے۔ جو باطل کی راہ میں نہیں حق کی راہ میں ہو۔ ہوائے نفس کی تکمیل کے لیے نہیں، رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہو۔ یہاں اشارہ خاص جہاد و قتال کی جانب ہے۔ لیکن ہر دینی خدمت میں مالی امداد اس کے تحت میں آجاتی ہے۔

۳ ۔ خطاب امت سے بحیثیت مجموعی ہے اور بیان یہ حقیقت ہو رہی ہے کہ افرادِ امت نے اگر جہاد و قتال سے جان چرائی اور مجاہدین کو مالی امداد دینے میں بخل کیا تو نتیجہ لازمی طور پر ساری امت کی تباہی، بربادی، ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ پس امت کی ضرورت کے موقع پر بخل کر کے امت کو بربادی میں نہ ڈالو کہ اس سے تم ضعیف اور دشمن قوی ہو گا۔

۴ ۔ احسان کا لفظ حسن سے نکلا ہے جس کے معنی کسی کام کو خوبی کے ساتھ کرنے کے ہیں۔ پس جو کچھ بھی کرو، حسنِ نیت و اخلاص کے ساتھ کرو۔ محض بیگار سمجھ کر بوجھ سا نہ اتارو۔

آیت : البقرۃ ۲۶/۲۱۵

ترجمہ :۔ آپ سے پوچھتے ہیں، کیا خرچ کریں۔ کہہ دو جو مال بھی تم خرچ کرو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے۔ اور جو نیکی تم کرتے ہو سو بے شک اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

تشریحی نکات

۱۔ مسلمانوں نے سوال کیا تھا اور سوال اس باب میں تھا کہ اپنی حسبِ ہمت و حیثیت اور بخوشی دلی سے کب خرچ کریں۔ باقی جو خرچ کہ فرض ہو چکا تھا (یعنی زکوٰۃ) اس کا حساب کھلا ہوا تھا۔ سوال اس کی بابت نہ تھا۔

۲ ۔ اس کے جواب میں مصارفِ خیر کی ایک فہرست بتلا دی گئی جو انتہائی جامع ہے اور اس کی ترتیب حکیمانہ ہے۔ سب سے بڑھا ہوا اور اہم ترین حق انسان کے ماں باپ کا ہے جتنی بھی مالی خدمت ہو سکے، ان کی کی جائے۔ پھر دوسرے عزیزوں کا نمبر ہے۔ شریعت نے اپنے نظام میں خاندان کو جو مرکزی اہمیت دی ہے، اس پر یہ ایک دلیل ہے۔ تیسرے نمبر پر امت کے وہ فرزند ہیں جو معاش کے سب سے بڑے ظاہری سہارے یعنی شفیق باپ کے سایہ سے محروم ہو چکے ہیں۔ پھر وہ اللہ کے بندے ہیں جن پر کسی

طبعی معذوری کی وجہ سے یا اور کسی خارجی سبب سے معاش کے عام ذریعے بند یا تقریباً بند ہو چکے ہیں، اور اپنی ضرورتوں کے پوری ہونے کے لیے بیرونی امداد کے محتاج ہیں۔ اور آخر میں وہ عام انسان آتے ہیں جو اپنے وطن سے علیحدہ ہونے کے باعث عارضی طور پر احتیاج یا تنگ دستی میں مبتلا ہیں۔

۳۔ تم نے جس کام کے لیے روپیہ دیا تھا، اگر اس نے اس کام پر صرف نہیں کیا تو اس پر تمہیں مواخذہ نہیں ہو گا، بلکہ تم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔

۴۔ بدنی، مالی، چھوٹی بڑی ہر قسم اور درجہ کی جو نیکی بھی تم کرو گے تو اللہ کو اس کا پورا علم ہے۔ اور اس کے لیے اس کا اجر بھی پورا ال کر رہے گا۔

آیت : البقرة ۲۷/۲۱۹

ترجمہ :۔ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہہ دو ان میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔ اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہہ دو کہ جو زائد ہو۔ ایسے ہی اللہ تمہارے لیے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور کرو۔

تشریحی نکات

۱۔ خمر اور میسر کی حرمت اور ان کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ روپیہ طلب اشغال ہیں۔ اور حرام مال کا کھانا، سرقہ اور تضییع مال کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔

۲۔ لوگوں نے پوچھا تھا کہ علاوہ فرض زکوٰۃ دیگر نیک کاموں میں کس قدر خرچ کیا جائے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ جو اپنے اخراجاتِ ضروری سے زائد ہو۔ اور اس آسانی کا معیار بقول مولانا اشرف علیؒ تھانوی یہ ہے کہ اس سے کسی حقدار کا حق ضائع نہ ہو اور اپنے ضروری مصارف میں تنگی نہ اٹھانا پڑے۔ عفو سے مراد بس اتنا خرچ کرنا ہے جو اپنے اوپر بار نہ ہو۔ کیونکہ جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے، دُنیا کا فکر بھی ضرور ہے۔ اگر سارا مال اٹھا ڈالو تو اپنی ضروریات کیوں کر پوری کرو۔ اور جو حقوق تم پر لازم ہیں، ان کو کیوں کر ادا کرو۔ معلوم نہیں کس کس خرابی دینی اور دنیوی میں پھنسو۔

۳۔ امورِ دُنیا میں بھی سوچ بچار سے کام لیا کرو۔ انسان خلو ذہن (خالی ذہن) کے ساتھ جس قدر دُنیا اور اس کے کاروبار کو سوچے گا، اسی قدر اس کی بے ثباتی اور بے قدری اس کے دل پر جمتی جائے گی۔

آیت : البقرة ۳۲/۲۴۵

ترجمہ : ایسا کون شخص ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے۔ پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے۔ اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور کشائش کرتا ہے۔ اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تشریحی نکات

۱۔ آیتِ ماقبل میں جہاد و قتال کا حکم ملا ہے۔ قدرۃً سامانِ جنگ کے لیے امتِ اسلامیہ کو بڑے سرمایہ کی ضرورت ہو گی۔ اس لیے پہلے ہی نمبر پر امرادِ ملت کو اس میں حصہ لینے کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرو۔

۲۔ قرضِ حسنہ سے مراد ہر وہ رقم ہے جو دین کی مد میں خرچ ہو سکے۔ یہاں مراد مصارفِ جہاد ہیں۔ نیز ایسا قرض جسے دے کر کوئی تقاضا نہ کرے اور اپنا احسان نہ رکھے اور بدلہ نہ چاہے۔ اور اُسے حقیر نہ سمجھے۔ اس ملی چندہ کو قرض اور پھر قرضِ حسنہ سے تعبیر کرنا عین محاورۂ عرب کے مطابق ہے۔ کہ اہلِ عرب ہر اچھے معاوضہ والے عمل کو اچھے قرض اور بُرے معاوضہ والے عمل کو بُرے قرض سے تعبیر کرتے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اِس قرضِ حسنہ کو یعنی اس کے اجر و ثواب کو اصل استحقاق سے کہیں بڑھا چڑھا کر دے گا۔ سو اس کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنے سے کیوں رکو اور کیوں گھبراؤ۔

یہاں یہ صاف تبلادیا کہ معاشیات کے سارے قوانین اللہ ہی کی مٹھی میں ہیں۔ اِس کی راہ میں خرچ کرنے سے یہ نہ سمجھو کہ مفلس ہوجاؤ گے۔ تم سب اسی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور وہی وہی کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو جزا دے گا اور خرچ نہ کرنے والوں کو سزا دے گا۔

آیت : البقرۃ $\frac{۳۴}{۲۵۴}$

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش۔ اور کافر وہی ظالم ہیں۔

تشریحی نکات

۱۔ حکم دیا جارہا ہے کہ اپنا مال اللہ کی راہ میں، مصارفِ خیر میں خرچ کرو۔ نیز یہ بھی صاف تبلادیا کہ مالی دولت جو کچھ بھی بندوں کے پاس ہے۔ خود بخود سے نہیں ملی۔ خدا ہی کا بخشا ہوا عطیہ ہے۔ اِسی کی دین ہے اور اسی کو حق حاصل ہے کہ جن کاموں میں چاہے ان کے صرف کرنے کا حکم دے دے۔

۲۔ مصارفِ خیر میں خرچ کرنے اور نیکیاں جمع کرنے کا موقعہ جو کچھ ہے، اسی دُنیا میں ہے۔ وقت کی قدر کرو۔ فرصتِ عمر کو نعمت سمجھو۔ آخرت میں نہ دُنیا کی طرح لین دین ہوسکے گا کہ کوئی کسی سے نیکیاں خرید لے یا بدیاں بیچ دے۔ نہ کسی قسم کی گہری اور دلی دوستی نافع ہوگی۔ نہ کسی کی سفارش کام آسکے گی۔ اس آیت سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیثیت بطور شافع مطلق مسیحوں کے عقیدہ کے مطابق، پر زد پڑتی ہے۔ ہمارے ہاں کے عام واعظوں اور نعت گو شاعروں نے شفاعتِ مصطفویؐ پر حد سے زیادہ زور دینا شروع کیا ہے، یہ صاف مسیحیت سے تاثر کا نتیجہ ہے۔

۳۔ اللہ یا اس کے قانون کو نہ ماننے سے بڑھ کر کونسا ظلم انسان کا اپنے حق میں ہوگا۔ یہاں وہی کافر مراد ہیں۔ جو اسی قسم کے عقائدِ کفریہ میں مبتلا ہیں۔

۴۔ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ آیت سے بخل کی مذمت نکلتی ہے۔ جو لوگ ضروری مصارفِ خیر میں خرچ نہیں کرتے وہ اپنے کو اہلِ کفر اور اہلِ جہنم کے حکم میں لا رہے ہیں۔

آیت : البقرۃ $\frac{۳۶}{۲۶۴}$

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اپنی خیرات کو ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔ سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر کچھ مٹی پڑی ہو۔ پھر اس پر زور کا مینہ برسا، پھر اس کو بالکل صاف کر دیا۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ کافروں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

تشریحی نکات

۱۔ ارشادِ باری ہے کہ اے مومنو، صدقہ دے کر محتاج کو ستانے اور اس پر احسان رکھنے سے صدقہ کا ثواب جاتا رہتا ہے اور ان ممنوع طریقوں سے اضافہ، اجر و ازدیاد (زیادتی) مٹ جاتا ہے۔ فقہا نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس طرح صدقہ کا ابطال یہاں حرام و ممنوع قرار دیا گیا ہے اسی طرح کوئی سا بھی نیک عمل ہو، اُسے باطل کر ڈالنا حرام و ممنوع ہے۔

۲۔ یہاں دو صورتیں الگ الگ بیان ہوئی ہیں۔ پہلی صورت میں خطاب اہلِ ایمان سے ہے۔ نفس صدقہ تو ان لوگوں کا قبول ہوجائے گا۔ لیکن احسان جتلانے یا اذیت پہنچانے سے ترقیِ درجات و اضافہِ اجر سب سلب ہوجائے گا۔ دوسری صورت میں ذکر اہلِ کفر کا ہے۔ یہ جب خدا اور آخرت پر ایمان ہی سے محروم ہیں تو ان کے صدقہ و خیرات سے بظاہر جو کچھ بھی مقصود ہو سب کا حاصل دنیا ہی ہو گا، ایسوں کو اجر کس چیز کا؟ رضائے الٰہی کی طلب تو کسی درجہ میں

بھی ان کے عمل کا جزو نہیں۔ محققین نے لکھا ہے کہ ریا (دکھاوا) کی مذمت میں یہ آیت نص صریح ہے۔

۳- بندہ کی کمائی تو حقیقتاً وہی ہے جس پر عملِ صالح کا اطلاق ہو سکے اور عملِ صالح کی پہلی بنیادی شرط ایمان ہے۔ ایسا شخص جو ایمان ہی سے خالی ہو، اجر سے محروم ہے۔ اس کا انفاقِ مال حقیقتاً کسی صدقہ و خیرات کے حکم میں آتا ہی نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی نے دانہ بویا ایسے پتھر پر کہ جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی۔ جب مینہ برسا تو بالکل صاف رہ گیا۔ اب اس پر دانہ کیا اُگے گا۔ ایسے لوگ سیدھے راہ سے محروم ہیں۔

آیت : البقرۃ ۳۷/۲۶۷

ترجمہ :- اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے ستھری چیزیں خرچ کرو۔ اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہے۔ اور اس میں سے ردی چیز کا ارادہ نہ کرو کہ اس کو خرچ کرو۔ حالانکہ تم اسے کبھی نہ لو۔ مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔ اور سمجھ لو کہ بیشک اللہ بے پروا، تعریف کیا ہوا ہے۔

تشریحی نکات

۱- جو کچھ تم نے جائز اور پاک طریقہ سے کمایا ہے، اس میں سے اچھی سے اچھی چیز اللہ کی راہ میں، نیک کاموں میں خرچ کرو۔ حرام کا مال اور شبہ کا مال نہ ہو۔ فقہا نے اس سے یہ نکالا ہے کہ زکوٰۃ اس مال میں ہے جو اپنا کمایا ہوا ہو۔ اور جو اضطراراً حاصل ہو جائے اس میں زکوٰۃ نہیں۔

۲- نباتات، معدنیات وغیرہ جو تمہارے کام کے لیے اللہ نے نکالی ہیں، ان میں سے خرچ کرو۔ اس کے تحت میں زراعت، باغبانی، کان کنی وغیرہ کی ساری شاخیں آگئیں۔ فقہا نے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ زکوٰۃ زمینی پیداوار پر واجب ہوئی۔ برخلاف موتی، مونگے وغیرہ کے کہ وہ زمین سے نہیں، سمندر سے نکلتے ہیں۔

۳- ردی اور ناکارہ چیزیں اللہ کی راہ میں، نیک کام میں خرچ نہ کرو۔ ایسی ناکارہ، ناقص اور ردی چیزیں جب تمہیں خود ہدیۃً یا قیمتاً مل رہی ہوں تو تمہیں لینا گوارا نہ ہو بجز اس صورت کے کہ تم ارادۃً ان کی طرف سے چشم پوشی کر لو۔ تو اللہ کی راہ میں تو ایسی چیزوں کے صرف کرنے کا تو تمہیں خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔

۴- اور جان لو کہ اللہ بے پروا ہے، تمہارا محتاج نہیں۔ اور خوبیوں والا ہے۔ اگر بہتر سے بہتر چیز دل کے شوق اور محبت سے دو تو پسند فرماتا ہے۔

آیت : البقرۃ ۳۷/۲۷۱

ترجمہ :- اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو بھی اچھی بات ہے اور اگر اُسے چھپا کر دو۔ اور فقیروں کو پہنچا دو تو تمہارے حق میں وہ بہتر ہے۔ اور اللہ تمہارے کچھ گناہ دُور کر دے گا اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبر رکھنے والا ہے۔

تشریحی نکات

۱- نیکی کی طرح صدقات و خیرات کے بھی مخفی ادا کرنے کی حقیقت تو ظاہر ہی ہے۔ لیکن زندگی میں ایسے مواقع بھی برابر پیش آتے رہتے ہیں۔ جہاں نیکی کا اعلان و اظہار بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ جن مذہبی طبقوں نے نیکی کے اہتمام یا اخفا میں تاکید حد سے زیادہ کی ہے۔ اور خدمتِ خلق کو مخفی رکھنے کے ساتھ محدود و مقید کر دیا ہے۔ ان کی تعلیم یقیناً ناقص، ناتمام، یکطرفہ ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا کہ صحیح مسلک یہ ہے کہ عملِ خیر کے اعلان و اخفا میں اختیار ہے اور ساتھ ہی افضلیت اخفا کی ہے، جب اعلان میں کوئی خاص مصلحت نہ ہو۔ پس حسبِ ضرورت و مصلحتِ دین اعلان و اخفا جو بھی مناسب ہو کرنا چاہیئے۔ پس اہتمام اخفا کے ساتھ فقیروں کے حوالہ کرو۔

۲- جو صدقہ فرض ہو اس کو علانیہ دینا افضل ہے اور جو صدقہ فرض کے ماسوا ہو، اس کا اخفا زیادہ بہتر ہے۔ یہی اصول تمام اعمال کے لیے ہے کہ فرائض کا اعلانیہ انجام دینا فضیلت رکھتا ہے اور

نوافل کو چھپا کر کرنا اولیٰ ہے۔

۲۔ ان نیکیوں کی برکت سے تمہارے کچھ گناہ بھی دُور ہو جائیں گے۔ قرآن مجید نے ازالہ سیئات کی جہاں اور صورتیں رکھی ہیں وہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ نیکیاں بدیوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہیں اور حسنات اسیئات کو محو کرتی رہتی ہیں۔ یہ چیزیں محض عقیدہ کی نہیں، مشاہدہ و تجربہ کی بھی ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام سے خبردار ہے اور اس لیے وہ ثمر بھی اعمال و احوال کے مطابق دے گا۔

آیت : البقرۃ $\frac{۳۷}{۲۷۲}$

ترجمہ :۔ انہیں راہ پر لانا تیرے ذمہ نہیں اور لیکن اللہ جسے چاہے راہ پر لاتا ہے۔ اور جو مال تم خرچ کرو گے اس کا نفع تمہاری جان کے لیے ہے۔ اور اللہ ہی کی رضا مندی کے لیے خرچ کرو۔ اور جو اچھی چیز تم خرچ کرو گے اس کا پورا اجر نہیں دیا جائے گا۔ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تشریحی نکات

۱۔ آیت میں ذکر زکوٰۃ کا نہیں، عام صدقات کا ہے۔

۲۔ صحابہ کرامؓ بعض دفعہ کسی کافر مشرک صاحبِ حاجت کو خیرات دینے سے اس مصلحت سے رک جاتے تھے کہ شاید یہ احتیاج ہی کی بنا پر اسلام قبول کر لیں۔ آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ اتنے بعید اہتمام کی ضرورت نہیں، محض تبلیغ کافی ہے کافروں کی ہدایت آپ کے ذمہ نہیں۔ قبولِ حق کی توفیق کا تعلق تمام تر مشیتِ الٰہی سے ہے۔

۳۔ فقہائے اُمت نے کہا ہے کہ (ا) کافر کو خیرات دینا بالکل جائز ہے۔ (ب) کافر حربی کو صدقہ وغیرہ جائز نہیں۔ (ج) کافر ذمی یعنی غیر حربی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور دوسرے صدقات واجب و نفل سب جائز ہیں۔

۴۔ اپنے مال میں سے تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ اپنے ہی اجرِ اُخروی کے لیے کرتے ہو نہ کہ کسی اور کے لیے۔

۵۔ مقصود جب اپنے لیے نفعِ اُخروی یا حصولِ اجر ہے تو وہ تو ہر حاجت مند کی امداد سے ہو سکتا ہے۔ صدقہ کو مسلمانوں ہی پر محدود رکھنے کی قید کیوں لگائی جائے۔

۶۔ صدقات میں کسی درجہ کی شرکت مقصود و مطلوب نہیں۔ صرف اللہ ہی کی رضا مقصود ہے۔

۷۔ جو کچھ تم خرچ کرو گے، اس کا سارا اجر و ثواب آخرت میں تم کو پورا پورا لوٹا دیا جائے گا اور نہ اجر میں کچھ کسر رہ جائے گی اور نہ ثواب کا کوئی حصّہ کاٹا جائے گا۔

آیت : البقرۃ $\frac{۳۷}{۲۷۳}$

ترجمہ :۔ خیرات ان حاجتمندوں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں رُکے ہوئے ہیں، ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف ان کے سوال نہ کرنے سے انہیں مالدار سمجھتا ہے۔ تو ان کے چہرے سے پہچان سکتا ہے۔ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اور جو کام کی چیز تم خرچ کرو گے، بے شک وہ اللہ کو معلوم ہے۔

تشریحی نکات

۱۔ ان ضرورت مند لوگوں پر خرچ کرو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دن رات مشغول ہو کر دُنیاوی کام کرنے سے بند ہو گئے ہیں، ملک میں سفر نہیں کر سکتے۔ اگرچہ ان میں قابلیتیں ہیں۔ لیکن فرائضِ دینی کے پُورا کرنے کی وجہ سے محصُور ہیں۔ صدقات کے اصل مستحق تو یہ حاجت مند ہیں۔

۲۔ اصل مراد یہاں مجاہدین ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے کہا ہے کہ آیت کے مصداق ہمارے ملک میں سب سے زیادہ مستحق وہ حضرات ہیں جو علومِ دینی میں مشغول ہیں، کہ علمِ دین میں جس مشغولی و انہماک کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ اگر فکرِ معاش کی مصروفیت کو جمع کر لیا جائے تو علمِ دین کی خدمت ناتمام رہ جائے گی۔

۳۔ گھر جانا خواہ وقت کے لحاظ سے ہو یا جسم کے لحاظ سے

سب اس کے تحت میں آجاتا۔

۴۔ سبیل اللہ میں دین کا کوئی سا کام، کوئی سی ضرورت ہو۔ سب اس میں شامل ہو سکتی ہیں۔

۵۔ ان کی غیرت و خودداری گوارا نہیں کرتی کہ وہ لوگوں سے سوال کریں۔ ناواقفوں کو اس سے گمان یہ گزرتا ہے کہ یہ لوگ خوشحال ہیں، محتاج و مستحقِ امداد نہیں۔ یہ لوگ زبان سے کچھ بھی نہ کہیں، لیکن ان کی طرز و ہیئت، خود سے دیکھنے کے بعد خود ان کے فقر و فاقہ کی غمازی کرے گی۔ یہ لوگ لپٹ کر نہیں مانگتے اور یہ دلیل ہے ان کے کمالِ غیرت کی۔

۶۔ پس ایسے لوگوں پر خرچ کرتے رہو۔ اللہ تمہارے اخلاص کا اور اسی نسبت سے اجر بھی دے گا۔

آیت : آلِ عمران ۱۰/۹۲

ترجمہ :۔ ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ کرو۔ اور جو چیز تم خرچ کرو گے، بے شک اللہ اُسے جاننے والا ہے۔

تشریحی نکات

۱۔ اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی محبوب و عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستہ میں نکالو۔ محبوب چیز کے ماتحت ہر وہ چیز آجاتی ہے جسے انسان عزیز رکھتا ہے۔ مال، دولت، عزت، حکومت، قوت وغیرہ، تنہا مال و دولت ہی مقصود نہیں۔

۲۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے کیسی چیز خرچ کی، کہاں خرچ کی اور کس کے لیے خرچ کی۔ جتنی محبوب اور پیاری چیز، جس طرح کے مصرف میں جس قدر اخلاص و حسنِ نیت سے خرچ کرو گے، اسی کے موافق خدا تعالیٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی امید رکھو۔ اس صورت میں تزکیہ نفس بھی ہو گا۔

آیت : آلِ عمران ۱۴/۱۳۴

ترجمہ : جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصّہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تشریحی نکات

۱۔ یہ متقیوں کے اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ نہ عیش و خوشی میں خدا کو بھولتے ہیں۔ نہ تنگی و تکلیف کے وقت خرچ کرنے سے جان چراتے ہیں۔ ہر حال اور ہر صورت میں دین اور اُمت کی مالی ضرورتوں سے متعلق خرچ کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خوشحال ہوئے تو مسرفانہ عیش پرستیوں میں پڑ کر نیک کاموں سے ہاتھ ہی روک لیا۔ تنگدست ہوئے تو ناشکری میں آ کر اپنی بساط بھر بھی خرچ کرنے سے رُک گئے۔

۲۔ دوم یہ کہ وہ غصّہ کو ضبط کرتے ہیں، لوگوں کے قصوروں اور خطاؤں کو معاف بھی کر دیتے ہیں اور حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

آیت : الانعام ۱۷/۱۴۱

ترجمہ :۔ اور اُسی نے وہ باغ پیدا کئے ہیں جو چھتوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور نہیں چڑھائے جاتے، اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن کے پھل مختلف ہیں، اور زیتون اور انار پیدا کئے جو ایک دوسرے سے مشابہ اور جُدا جُدا بھی ہیں۔ اُن کے پھل کھاؤ جب وہ پھل لائیں، اور جس دن اسے کاٹو اس کا حق ادا کرو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تشریحی نکات

۱۔ تمام نباتات، اشجار و اثمار کا پیدا کرنے والا وہی ایک خالق بے ہمتا ہے۔ مثالوں میں نام قدرتًا انہیں چیزوں کے آئے ہیں۔ جن سے مخاطبین اوّل یعنی عرب خوب مانوس و واقف تھے۔

۲۔ پھلوں کی آپس میں مماثلت و عدمِ مماثلت، رنگ، مزہ، خوشبو

جامت ہر اعتبار سے ہو سکتی ہے۔

۳۔ یہ تمام میوہ جات وغیرہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ ہر زنیکہ جو اللہ تعالیٰ کا حق اس میں ہے وہ ادا کرو اور فضول خرچی مت کرو۔

۴۔ اللہ کے حق سے یہاں کیا مراد ہے، اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ فقہائے حنفیہ نے تصریح کر دی ہے کہ یہاں حقِ شرعی سے مراد خیر و خیرات ہیں۔ عشر مراد نہیں جو زمین کی زکوٰۃ ہے اور بہت سے تابعین اور بعض صحابہ کا یہی قول ہے۔

۵۔ اسراف کے معنی کسی انسانی فعل میں حد سے تجاوز کر جانے کے ہیں۔ اور سب سے بڑا اسراف یہ تھا کہ پیداوار میں سے ایک حصہ بتوں، دیوتاؤں کے نام کا نکالا جاتا تھا۔

آیت : التوبہ ۸/۶۰

ترجمہ :- زکوٰۃ مفلسوں اور محتاجوں اور اس کا کام کرنے والوں کا حق ہے اور جن کی دلجوئی کرنی ہے۔ اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرض میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تشریحی نکات

۱۔ چونکہ منافقین نے تقسیمِ صدقات پر اعتراض کیا تھا۔ اس لیے متنبہ فرماتے ہیں کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس نے صدقات وغیرہ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ آپ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے۔ کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔

۲۔ صدقہ سے یہاں مراد صدقہ واجب ہے، یعنی زکوٰۃ۔

۳۔ یہاں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں اور زکوٰۃ کی آمدنی انہیں مدوں میں خرچ ہونی چاہیئے۔

(i) فقراء: وہ نادار جو سوال نہ کرے۔

(ii) مسکین جو سوال کرے۔

(iii) عاملین جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات وغیرہ کے کاموں پر مامور ہوں۔

(iv) مؤلفۃ القلوب۔ جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں۔ یا ایسے غیر مسلم جن کے شر و فتنہ سے بچنا مقصود ہو۔ اور پھر ایسے مسلمان جو اگرچہ اور حیثیتوں سے غیر مستحق ہوں، لیکن مالی امداد سے توقع یہ ہو کہ انہیں اسلام سے مزید محبت پیدا ہو جائے گی۔ غرض یہ کہ انسان کا ہر وہ گروہ جس کی طرف سے کسی نہ کسی حیثیت سے اسلامی حکومت کو کوئی نہ کوئی خطرہ درپیش ہو۔ جمہور کا قول ہے کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لیے مخصوص تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی۔ لیکن بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ تعاملِ صحابہ سے یہ حکم منسوخ نہیں ہو گیا۔ بلکہ محض وقتی رفعِ حکم تھا، بہ سبب عدم ضرورت و استغنا کے۔

(v) رقاب۔ یعنی غلاموں کے آزاد کرنے کی مد میں۔ یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے یا خرید کر آزاد کئے جائیں۔ یا اسیروں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں۔

(vi) غارمین: جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے۔ قرضدار خواہ بجائے خود غنی و متمول ہو۔ مثلاً جس کے پاس دس ہزار روپیہ موجود ہو اور گیارہ ہزار کا قرضدار ہے، اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

(vii) فی سبیل اللہ۔ یعنی مجاہدین کی امداد میں۔ بعض نے حاجیوں کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ بعض نے دینی طالب علموں کو بھی۔ اور بعض فقہا نے یہاں تک توسیع سے کام لیا ہے کہ طاعتِ الٰہی میں ہر قسم کی جد و جہد کرنے والوں کو اس میں داخل کر دیا ہے۔

(viii) ابن السبیل یعنی مسافر، جو حالتِ سفر میں مالکِ نصاب نہ ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو۔ حنفیہ کے ہاں "تملیک"

ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہر مناسب نامناسب کو جانتا ہے اور اس کے احکام ہمیشہ مناسب حال اور مصلحتوں سے لبریز ہوتے ہیں۔ فریضۃً من اللہ تاکید ہے۔ ان احکام کے واجب العمل ہونے کی۔

آیت : ابراھیم ۵/۳۱

ترجمہ :۔ میرے بندوں کو کہہ دو جو ایمان لائے ہیں نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیتے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہو سکتی ہے نہ دوستی۔

تشریحی نکات

انفاق کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزقِ حلال عطا کیا ہے، اس میں سے پوشیدہ و علانیہ، جہاں کبھی اور جیسی کبھی مصلحتِ شرعی نظر آئے، نیک اور مطابقِ شریعت کاموں میں خرچ کرتے رہیں۔ حرام کمائی کا گذر ہی نہ ہو۔

آیت : الحج ۱۰/۷۸

ترجمہ :۔ اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ اسی نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی، تاکہ رسولؐ تم پر گواہ بنے اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑو۔ وہی تمہارا مولیٰ ہے۔ پھر کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

تشریحی نکات

تشریح کے لیے دیکھئے باب صلوٰۃ آیت ۱۸

آیت : النور ۷/۵۶

ترجمہ :۔ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسولؐ کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

تشریحی نکات

تشریح کے لیے دیکھئے باب صلوٰۃ آیت ۱۹، باب ایمان بالرسل آیت ۲۲

آیت : الحدید ۱/۷

ترجمہ :۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنایا ہے۔ پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا، اُن کے لیے بڑا اجر ہے۔

تشریحی نکات

۱۔ اس میں صاف اور واضح اشارہ اس طرف آگیا کہ یہ مال تم سے پہلے کسی اور کا تھا اور تمہارے بعد کسی اور کا ہو جائے گا۔ یہ کون سی ایسی چیز ہے جس کا تم اتنا غم کر رہے ہو کہ اسے اللہ کے حکم سے اپنی ضرورتوں میں بھی خرچ کرنے میں بخل کر رہے ہو۔

۲۔ مزید تشریح کے لیے دیکھئے باب ایمان باللہ آیت ۳۶

آیت : الحدید ۲/۱۱

ترجمہ :۔ ایسا کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے۔ پھر وہ اس کو اس کے لیے دُگنا کر دے۔ اور اس کے لیے عمدہ بدلہ ہے۔

تشریحی نکات

یہ ساری عبادت جہاد مال کی ترغیب و تشویق (شوق) کے لیے ہے۔

قرض کا لفظ اس اشارہ کے لیے ہے کہ اجر کا ترتب اس قدر یقینی اور قطعی ہے کہ گویا وہ اللہ پر قرض ہے۔ ورنہ لفظی معنی کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کو "قرض" دے ہی کون سکتا ہے؟ اجر اصل سرمایہ سے کہیں زیادہ، دوگنا، چوگنا، دس گنا بلکہ اس سے بھی بہت زائد ہوگا اور خوب جی بھر کر ملے گا۔

آیت : الصف ۲/۱۱

ترجمہ :۔ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور تم

اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

تشریحی نکات

۱۔ عذابِ الیم سے نجات دینے والی چیز ایمان باللہ و بالرسول کے بعد قتال فی سبیل اللہ جان اور مال دونوں سے ہے۔ ان تینوں چیزوں سے نجات کا حصول قطعی ہے۔

۲۔ اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دُنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنّت کی صورت میں ملے گا، جس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے۔

آیت : المنفقون ۲/۱۰

ترجمہ :۔ اور اس میں خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آجائے تو کہے۔ اے میرے رب تُو نے مجھے تھوڑی مدت کے لیے ڈھیل کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں ہوجاتا۔

تشریحی نکات

اللہ کے دئے ہوئے رزق میں سے ادائے حقوقِ واجب میں؛ اطاعتِ الٰہی میں خرچ کرو۔ اور جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے۔ جلدی کرو، ورنہ موت سر پر آپہنچے گی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا۔ پس موت کے وقت تمنا کرے گا کہ اے پروردگار، چند روز اور میری موت کو ملتوی کردیتے کہ میں خوب صدقہ خیرات کرکے اور نیک بن کر حاضر ہوتا۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ اس آرزو کو عین قیامت کے دن محشر میں کرے گا۔

آیت : التغابن ۲/۱۶

ترجمہ :۔ پس جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرو اور سنو اور حکم مانو اور اپنے بھلے کے لیے خرچ کرو۔ اور جو شخص اپنے دل کے لالچ سے محفوظ رکھا گیا، سو وہی فلاح بھی پانے والے ہیں۔

تشریحی نکات

۱۔ اللہ سے ڈر کر، جہاں تک ہوسکے، تعمیلِ الٰہی میں خرچ کرتے رہو، احکامِ الٰہی سنتے رہو اور ان کی اطاعت کرتے رہو۔ یہ تمہارے حق میں بھلائی ہے۔ اور اس سے تمہارا ہی بھلا ہوگا۔

۲۔ تقویٰ الٰہی کے حکم کے ساتھ اسی "مَا اسْتَطَعْتُمْ" کی قید نے تعمیلِ حکم ہم ضعیف و ناتواں بندوں کے لیے بہت آسان کردی، ورنہ ظاہر ہے کہ جو حق تقویٰ الٰہی کا ہے، وہ کون ادا کرسکتا ہے۔

۳۔ مراد کو وہ ہی شخص پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچادے اور حرص و بخل سے محفوظ رہے۔

آیت : التغابن ۲/۲ (آخری حصّہ)

ترجمہ :۔ پس پڑھو جو اس میں سے آسان ہو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو۔ اور جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے اپنے واسطے تو اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے۔ اور اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

تشریحی نکات

پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اس کے احکام کے موافق خرچ کرنا ہی اس کو اچھی طرح قرض دینا ہے۔ بندوں کو اگر قرضِ حسن دیا جائے تو وہ بھی اس کے عموم میں داخل سمجھو۔

نیز دیکھئے باب عبادت، آیت ۷۶، باب ایمان بالکتب آیت ۲۵، باب الصّلوٰۃ آیت ۲۵۔

سوال آپ کا
جواب شیخ المکرّم کا

۱۔ سوال : انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے ؟

جواب :- جو بنیاد ہے نا برخوردار وہ اِس بات پر ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے انسان کو بنیادی طور پر اس مقصد کے لیے بنایا ہے کہ کوئی ایسی تخلیق کوئی ایسی مخلوق ہو جو شعور رکھتی ہو، پہچاننے کی ہمت رکھتی ہو اور اُس کا وہ شعور اتنا بلند ہو کہ وہ خود مجھے پہچان سکے۔ ذاتِ باری یا اس کائنات کا خالق جو ہے اس کی عظمت اتنی بلند، اتنی بالا اور عقل کی رسائی سے اس قدر دُور ہے کہ عقل ہو یا انسان کی کوئی بھی صفت ہو یہ ساری چیزیں مخلوق ہیں اور خالق میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔ مخلوق کی ایک استعداد ہے ایک رینج ہے۔ اُس اپنے رینج میں تو ایکٹیو ہے لیکن جب اُس کی حد ختم ہو جاتی ہے تو پھر اس کے باہر اُسے کوئی پتہ نہیں چلتا اور خالق کی ذات اِس قدر ہمہ گیر ہے کہ وہ حدود سے بالاتر ہے۔ اِس کے باوجود اُس نے ایک ایسا شاہکار تخلیق فرمایا جیسے حدیثِ قدسی میں ہے۔

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا میری ذات ایک ایسا خزانہ تھی جسے جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ میں نے اِس بات کو پسند کیا کہ کوئی مجھے جاننے والا بھی ہونا چاہیے۔ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ تو میں نے تخلیق بنا دی اب اِس میں جتنی مخلوقات ہے اس میں اگر ہم اِس کا تجزیہ کریں تو یہ ساری کائنات جو ہے یہ اِس ایک انسان کے گرد گھومتی ہے۔ خواہ آپ LATEST تحقیقات کو دیکھ لیں یا جو پُرانے زمانے سے ہوتی چلی آرہی ہیں اُن کو دیکھ لیں کسی سیارے کسی ستارے، سُورج چاند، ہَوا بادل کسی چیز کو دیکھیں تمام کائنات کے جتنے کرے ہیں اُن سب کی توجہ کا مرکز زمین نظر آتی ہے۔ اور اُن سب کی حرکات سے، طلوع و غروب سے یا اُس ہر ہر حرکت سے زمین پر کچھ نہ کچھ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ زمین پہ جتنی صلاحیتیں ہیں۔ اِس میں جتنی روئیدگی ہے، اِس میں جتنے جانور ہیں، پرندے ہیں، درندے ہیں، یہ دریا، پانی یا صحرا جو کچھ بھی ہے۔ اُس سارے کا ما حاصل یا اُس کا نتیجہ صرف انسانی ضروریات کی تکمیل ہے۔ اَب اِس ساری کائنات کو جب ہم دیکھتے ہیں کہ صرف ایک انسانی وجود کے گرد گھومتی ہے فلاسفہ کا ایک قانون ہے کہ کوئی انسان اگر اِس طرح بیٹھ کر سوچے کہ دُنیا میں مَیں اکیلا انسان زندہ ہوں اور کوئی ایسا انسان نہیں ہے تو اُسے نظر آئے گا کہ یہ سارا سسٹم ایک آدمی کے لیے کام کر رہا ہے۔ اور جس انسان کے ایک وجود کے لیے اتنی کارگاہِ حیات کام میں لگی ہوئی ہے۔ اُس کو مقصد یہ دیا ہے ذاتِ باری نے کہ وہ اللہ کی ذات کو پہچانے۔ اور اس پہچان کی تصدیق اِس بات سے ہوتی ہے کہ اگر وہ پہچان لے تو پھر وہ کبھی اُس کی طرف سے رُخ نہیں پھیرتا یہ اُس کا مزاج ہے پھر وہ مجبور و بے بس ہو جاتا ہے۔ اُس

کے دروازے پہ کھڑا رہنے ہیں۔

اب اُس نے نظام ایسا سیٹ SET کر دیا ہے۔ اِس طرح سے ترتیب دے دیا ہے کہ اپنی پہچان پہ اُس نے انسان کو مبہوت کر کے کھڑا نہیں کر دیا بلکہ جب آدمی اُس کے روبرو ہوتا ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق اُسے پہچانتا ہے۔ تو وہ اُسے واپس زندگی کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ کہ اگر تم میرے دروازے پر ہی رہنا چاہتے ہو اگر تم میرے جمال سے ہی آشنا ہونا چاہتے ہو اگر تم میرا قرب ہی چاہتے ہو تو تمہیں زندگی کی طرف واپس جانا ہوگا۔ وہی تمہاری امتحان گاہ ہے۔ کچھ لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو اس مقصد سے رہ گئے زندگی میں ہی پھنس کر رہ گئے اُن کا مقصدِ حیات ہی کھانا پینا، پیسہ کمانا یا اقتدار حاصل کرنا، جائیداد بنانا یا ان سب میں سے کوئی ایک بھی انہوں نے ٹارگٹ بنا لیا اُس کے لیے وہ پا سکے یا نہ پا سکے لیکن وہ عمر اُس پر ہار گئے۔

کچھ دوسرے خوش نصیب جو اللہ کی بارگاہ تک پہنچ گئے اِس بندے کو رب تک پہنچانے کا جو لنک تھا وہ بندے کی رسائی سے باہر تھا وہ لنک اللہ نے اپنی طرف سے نبوت عطا فرما کر پیدا کر دیا۔ نبی علیہ السلام پیدا ہی پہچان لے کر ہوتا ہے وہ سارے گُن وہ ساری چیزیں اُس کے وجود میں موجود ہوتی ہیں۔ پھر وہ اُسے صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھتا جن کی طرف مبعوث ہوتا ہے۔ اُن سب تک وہ پہچان تقسیم کرنا یہ طاقت ہوتی ہے نبی علیہ السلام میں اور نبی علیہ السلام کی طرف سے کبھی کمی نہیں ہوتی اگر کسی کو نہیں ملتی تو اس کا مطلب ہے کہ اُس نے لینے میں سُستی کی ہے کوئی بھی کسی لمحے بھی جب اُس طرف پلٹتا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ لینا، حاصل کرنا چاہیئے تو اُسے وہ پا سکتا ہے۔ اُس طرف سے رُکاوٹ نہیں آئے گی۔ اَب اگر کسی کو وہ پہچان نصیب ہوتی ہے تو وہ دُنیا سے الگ نہیں ہوتا بلکہ اللہ کریم پھر اُسے واپس دُنیا کی حیات میں لوٹا دیتے ہیں کہ تمہاری آزمائش یہی ہے کہ تم میرے قرب کو یا میری رضامندی کو اگر ٹارگٹ بناتے ہو تو زندگی میں جاؤ کام کرو لیکن پتہ چلے کہ کوئی تم پہ حاکم ہے۔ تم کسی کے کہنے پہ کام کر رہے ہو۔ کھاؤ پیؤ لیکن پتہ چلے کہ تم اپنی پسند سے نہیں کھاتے پیتے کوئی تمہیں اجازت دیتا ہے یہ کھا سکتے ہو کوئی تمہیں روک دیتا ہے یہ نہیں کھا سکتے۔ تمہاری جنس کی ضرورت ہے تم پوری کرو لیکن اُس میں پتہ چلے کہ تم کسی کے تابع ہو اور کس طرح سے اُس نے تمہیں پورا کرنے اجازت دی ہے۔ اُس طرح سے تم کرتے ہو اُس سے باہر نہیں جاتے۔ اِس طرح تم دولت کماتے ہو۔ تم لڑتے ہو تو اُس میں بھی تمہارا مدعا یہ ہے کہ میرا مالک مجھے اِس لڑنے کا حکم دے رہا ہے مجھے لڑنا ہے یا اُس نے روک دیا ہے مجھے رُکنا ہے پوری زندگی کا ایک ایک شعبہ جو ہے۔

یہ پھر آدمیوں کو کیٹاگرائز کر دیتا ہے کہ کس نے کونسے شعبے میں کتنے نمبر حاصل کیے۔ اور یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں ہم مسلمان کہتے ہیں یا جنہیں ہم اللہ اور اللہ کے رسُول ﷺ کے ماننے والے یا مومن کہتے ہیں اَب اِس میں جو اسلام میں جو حالت بن گئی ہے ایک عجیب سی، جو افراتفری اور ہر آدمی کا ایک الگ سا اسلام بن گیا ہے یہ سارا، اور ہر موڑ پہ، ہر مسجد میں، ہر گلی میں، ہر گھر میں ایک الگ سا اسلام نظر آتا ہے، ہر آدمی ایک الگ سے اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے تو میرے ناقص خیال میں اِس کی بنیاد بھی یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو بھی بجائے اللہ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ بنانے کے اپنی ذاتی ضروریات کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ ٹارگٹ ہم نے مِس (MISS) کیا تا جب اپنی ضروریات کو (FULFIL) فُلفِل کرنے کے لیے ہم نے اسلام کو فورس بنا لیا۔ جب فورس اسلام کو ہم بنائیں گے تو ظاہر ہے ہماری ضروریات میں اختلاف ہے۔ آپ کی ضرورتیں مختلف ہیں میری مختلف ہیں بریگیڈیئر صاحب کی مختلف ہیں کسی اور کی مختلف ہوں گی۔ DUE TO THE AGE FACTOR یا بہت سی مختلف چیزیں جو DUE TO THE KNOWLEDGE

ہیں تو ہم اُس اسلام کی وہ تعبیرات بھی اتنی ہی مختلف کریں گے ورنہ تو ایک سادہ سا قانون ہے کہ وَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ ۔ اگر تمہیں کسی بات میں الجھاؤ ہے تو اُس پر خواہ مخواہ کی کھینچا تانی نہیں کرو تم اُس کو اللہ اور اللہ کے رسُول ؐ کے پاس لے آؤ۔ GET THE DECISION وہاں سے فیصلہ لے لو کہ اس میں کیا کرنا ہے تو یہ اصلاح تب ہوتی ہے۔ جب ہمارا سب سے پہلے وہ ٹارگٹ یا نصب العین متعین ہو اس لیے ہر آدمی کا یہ جو موروثی اسلام ہے اس کی عند اللہ کوئی قیمت نہیں ہے ۔

اسلام ہے کہ آپ تجزیہ کرکے ارادتاً قلبی طور پر اُسے قبول کرتے ہیں کہ مجھے اس بات کو قبول کرنا ہے ۔ اب اگر ایک شخص ساری زندگی اس تجزیے تک پہنچتا نہیں وہ جانتا ہی نہیں تو اللہ کریم مہربانی فرمائے لیکن اُس کا اسلام محض برائے نام ہے۔ BY NATION HE IS A MUSLIM لیکن وہ حقیقی اسلامی جذبہ کہاں ہے؟ یہ جو ایک تھیوری ہے۔ ہمارے ہاں کہ اسلام میں اتنی عبادتیں ہیں اتنی نیکیاں ہیں اس کا اجر آخرت میں اور مرکر ملے گا۔ یہ اُدھاری مزدوری ہے۔ یہ بھی ہماری ایک بعد کی غلط فہمی ہے۔ اسلام میں کچھ بھی اُدھار نہیں ہے ۔ سب کچھ نقد ہے۔ اس دُنیا میں یہ جو نقد ہمارے عمل ہیں ACT ہیں اُس سے ظاہر ہوتا رہتا ہے جیسے آپ دیکھیں آپ آرمی میں آفیسر ہیں تو آپ کے لیے کچھ FACALITIES ہیں اس کے لیے کچھ ضابطے ہیں کچھ قاعدے ہیں اور آپ ڈیوٹیز سے کسی آدمی کی پوسٹنگ سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ اس آدمی کا ریکارڈ کیسا ہے۔ جی۔ ایچ کیو کی نظروں میں یہ کیسا آدمی ہے اِس لئے انہوں نے کونسی جاب دی ہے آپ کے ساتھ ایک کیپٹن ہے اُسے وہ جاب نہیں دیتے آپ کو کوئی اچھی جاب دے دیتے ہیں تو وہ جو کیریئر ہے نا آپ کا وہ اُس جاب سے بھی پتہ چلتا رہتا ہے ۔

اِس طرح مسلمان کو اسلام پر عمل کرنے کی ایک قوت نصیب ہوتی رہتی ہے ۔ جو ایوارڈ ہے اُس کی اُس اطاعت کا یعنی اُس کا اپنا کیریئر بنتا یہاں بھی نظر آتا رہتا ہے اور اگر وہ مخلص نہیں ہے تو وہ اپنا کیریئر نہیں بنا رہا ہوتا وہ صرف ایکٹنگ کر رہا ہوتا ہے اُس میں وہ جان نہیں ہوتی وہ رُوح نہیں ہوتی وہ سجدے کرتا ہے ۔ لیکن وہ محض اٹھک بیٹھک ہوتی ہے اُس میں وہ بات نہیں رہتی یا وہ عبادت کرتا بھی ہے۔ تو اُس میں وہ بات نہیں ہوتی یا وہ کرتا ہی نہیں، چھوڑ دیتا ہے تو وہ ایک نام سا رہ جاتا ہے تو ٹارگٹ جو ہمیں اسلام نے دیا ہے وہ بڑا سادہ، بڑا SIMPLE ہے کہ ہم اللہ کی عظمت کو پہچانیں اُس کی پہچان یہ ہے کہ جب آپ کو کوئی رائی برابر بھی پہچان نصیب ہوگی تو آپ چھوڑ سکیں گے نہیں یہ اُس کی ذات میں کمال ہے کہ HE IS A MAGNET FOR YOU انسان اُس کی تخلیق ہے انسان اُس کا پروانہ ہے انسان اُس سے الگ ہو نہیں سکتا فرق یہ ہے کہ اُس تک اُس کی سوچ کا دھارا اُس کے دل کی آرزو کا کوئی شعلہ وہاں تک پہنچ جائے سہی پھر وہ واپس نہیں آتا۔

تو وہاں پہنچ کر وہ کٹ نہیں جاتا دنیا سے یعنی پھر وہ دُنیا میں ایک عام انسان کی نسبت زیادہ مزے دار زندگی اِنجائے ENJOY کرتا ہے زیادہ بھرپور زندگی گزارتا ہے۔ جس شعبے میں ہے اُس میں کام زیادہ کرتا ہے۔ بہترین خاوند ہوتا ہے۔ بہترین باپ ہوتا ہے۔ بہترین بیٹا ہوتا ہے، بہترین بھائی ہوتا ہے۔ بہترین دوست ہوتا ہے۔ بے مثال دشمن بھی ہوتا ہے۔ یعنی اُس میں وہ ساری کوالٹیز اُس میں آجاتی ہیں۔ چونکہ اُس کے فیصلے DECISIONS عام آدمی کے DECISIONS نہیں رہتے تو جب وہ DECISIONS ہی وہاں سے لے گا اللہ سے لے گا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لے گا تو ظاہر ہے اُس میں ایک

باہمی پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ زندگی کے ہر ہر شعبے میں یہ بڑی سی بڑی سادہ سی بڑی عام سی تھیوری ہے جب SIMPLE اسے کوئی بھی ہم میں سے اپنالے تو اِس کے سامنے یہ سارے جو جھگڑے جھمیلے ہیں نا یہ سب فضول رہ جاتے ہیں یہ بالکل اِسی طرح نظر آتا ہے جس طرح بچے گلیوں میں گُلی ڈنڈا کھیلتے ہوئے لڑ رہے ہوتے ہیں تو اُن کو آدمی کوئی اہمیت نہیں دیتا یہ بالکل سارا انظام جو ہے نا اِس کا ایسے نظر آتا ہے جو ہمارے لیے آج پرابلم بنا ہوا ہے کہ جی وہ یہ کہتا ہے یہ وہ کہتا ہے تو یہ جو سارا جو کچھ کوئی کہتا ہے وہ اصل مقصد نہیں ہے۔

اِس لیے آپ دیکھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو لوگ پیدا فرمائے اور جو مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اُن کو آپ دیکھیں تو اِس نصب العین نے اُن کی زندگیوں کو کتنا پُر کیف کر دیا تھا کہ انہوں نے زندگی بھر پور طریقے سے انجائے کی سیاسیات میں آج تک تاریخ اُن کا مقابل پیدا نہیں کر سکی۔ غزوات میں یا جہاد میں یا جنگ میں اُن جیسا کوئی آدمی پیدا نہیں کر سکی اور وہ ٹکنیک جو تھی یا جنگوں کے جو اسلوب تھے آج تک کوئی ایسا کامیاب جرنیل پیدا نہیں ہوا جیسے وہ تھے۔ کوئی اتنا بڑا فاتح پیدا نہیں ہوا اتنا بڑا حکمران پیدا نہیں ہوا۔ کوئی اُن جیسا فقیر پیدا نہیں ہوا کوئی اُن جیسا مزدور پیدا نہیں ہوا۔ کوئی ان جیسا تاجر۔ یعنی تاریخ میں انسانی کمال کا ایک معیار ہے جو اُن لوگوں نے MAINTAIN مین ٹین کر دیا۔ اِس لیے کہ اُن کا مقصد جو تھا وہ اللہ کا قرب تھا باقی سارے انہوں نے اُس تک پہنچنے کے ذرائع بنائے تجارت کرتے تھے تو وہ ایک ذریعہ تھی اللہ کی رضا کو پانے کا جہاد یا لڑائی پر جاتے تھے تو وہ اِس غرض سے بیگانہ ہو کر لڑتے تھے کہ کون مر رہا ہے کون مار رہا ہے۔ کون جیتے گا، کون ہارے گا وہ کہتے تھے ہمارے لیے حکم ہے ہم نے جانا ہے ہمیں اُس حکم کی تعمیل کرنا ہے مریں گے، واپس آئیں گے یہ ہمارا پرابلم نہیں ہے۔ مریں گے ٹھیک ہے۔ واپس آئیں گے ٹھیک ہے یہ ہمارا پرابلم نہیں ہے۔

رستم کو یہی کہا تھا نا حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اِنَّمَا معیَ قوم یحبُّونَ الموت کما یحبون الفا س الخمر۔ کہ دیکھو تم بھی انسان ہو تمہارا بھی اللہ وہی ہے خالق وہی ہے تو تم بجائے لڑنے کے اُس کی عظمت کو کیوں مان نہیں لیتے۔ تم اُس بات پر غور کیوں نہیں کرتے۔ ہم تمہیں اپنی اطاعت کے لیے نہیں کہتے۔ ہم تم سے ریاست نہیں چھیننا چاہتے۔ ہم تمہاری گورنمنٹ ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے بندے بن کر رہو۔ اور تم اور ہم بھائی ہیں لیکن اگر تم یہ بھی نہیں سوچتے اور تم اِس بات پہ نازاں ہو کہ تمہارے ساتھ فوج زیادہ ہے۔ تمہاری اور میری فوج میں فرق ہے۔ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جو موت کو اِس سے زیادہ تلاش کرتے ہیں جتنا تیرے سپاہی شراب کو تلاش کرتے ہیں۔ تیری اور میری فوج میں بڑا فاصلہ ہے کہ یہ جان دینے کو بے قرار ہیں انہیں پتہ ہے کہ یہاں جان جائے گی تو ہم سیدھے بارگاہ الوہیت میں جائیں گے۔ یہ ان کا مقصد ہے۔ ٹارگٹ ہے۔ THEY WILL ACHIEVE اور تیرے شراب کے لیے سرگرداں ہیں رات دن۔ تو فرمایا اتنا شوق تیرے سپاہیوں کو شراب تلاش کرنے کا نہیں ہوگا جتنا انہیں موت کی تلاش ہے اِس لیے تم اِن کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے اور وہی ہوا۔

۲- سوال:

کیا نبی کی بعثت کا مقصد صرف اللہ کا پیغام پہنچانا ہے یا کچھ اور ؟

جواب :- نبی علیہ السلام جو مبعوث ہوتے ہیں اللہ کی طرف سے مَیں نے عرض کیا آپ کو اللہ کو مقصد حیات بنانا انسان

کے بس میں نہیں ہے تو اللہ نے کچھ انسانوں میں سے کچھ ہستیوں کو منتخب کر کے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ نبوّت ہے کیا اللہ کی کامل پہچان کا نام نبوّت ہے۔ یعنی نبی علیہ السلام جب مبعوث ہوتا ہے تو وہ ہر لحاظ سے مکمل اور کامل طور پر اللہ کو پہچان بھی رہا ہوتا ہے۔ اللہ سے پوچھ بھی رہا ہوتا ہے اللہ کس بات پہ راضی ہیں اور کس بات پہ خفا ہیں اور اپنی جو ضروریات ہیں وہاں تک پہنچاتا ہے اور پھر اللہ کی بات کو اللہ کے بندوں تک پہنچاتا ہے۔ یہ نبی علیہ السلام کا کام ہے۔ لیکن نبی صرف بات نہیں پہنچاتا نبی علیہ السلام کے جو فرائض نبوّت ہیں اُن میں عجیب بات یہ ہے۔

یتلوا علیھم ایٰتہٖ اللہ جو آیات یا جو احکام دیتا ہے وہ بندوں کو سناتا ہے یہ ہو گئی دعوت الی اللہ جیسے آپ کو کوئی بتاتا ہے کہ جی آپ کو ٹارگٹ اللہ کی رضامندی کو بنانا ہے یہ کیا ہوا یتلوا علیھم ایٰتہٖ۔ اب کوئی کہتا ہے جی میں بناتا ہوں لیکن وہی آپ والی بات کہ مجھ سے نہیں بنتا میرے پاس تو وہ خلوص نہیں ہے وہ قوت نہیں ہے وہ طاقت نہیں ہے۔ وہ شعور نہیں ہے۔ وہ سوچ نہیں ہے میں کیا کروں۔ THIS IS AGAIN THE PROBLEM OF A NABI OR RASUL صلی اللہ علیہ وسلم کہ پھر وہ کیا کرے۔

وَیُزَکِّیْھِمْ۔ وہ اُس کے آئینہ دل سے ہر غبار کو اُڑا دے وہ چیزیں وہ خواہشات کا غبار ہے یا وہ غلط عقائد کا غبار ہے یا وہ زندگی بھر کے گناہوں کی گرد ہے۔

کسی طرح کا زنگ ہے یا کسی طرح کا کوئی غبار ہے جس نے اُس کے آئینہ دل کو ڈھانپ رکھا ہے تو تزکیہ کیا ہے لوحِ دل کو اس طرح صاف کر دینا جس طرح یہ آدمی آج دُنیا میں آیا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوّت میں سے ہے یعنی وہ دعوت دے۔ اللہ کی طرف جو کہے کہ جی مجھے یہ منظور ہے اُس کا تزکیہ کرے جب تزکیہ ہو گا دل کا تو دل میں تب یہ قوت آئے گی کہ وہ اللہ کی بات کو سمجھے ورنہ سُنتا رہے گا سمجھے گا نہیں۔

اب آپ دیکھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں تو مومن اُس پر جان دیتا ہے، کافر اُس سے نفرت کرتا ہے۔ آدمی تو دونوں مکے کی ایک سوسائٹی میں پیدا ہوئے۔ بلکہ ایک گھر میں جو دو آدمی پیدا ہوتے ہیں۔ باپ بیٹا ہے یا دو بھائی ہیں۔ یا دو قریبی رشتہ دار ہیں یا میاں بیوی تو یہ تاریخ میں ملتا ہے کہ ایک جان دینے پہ تیار ہے۔ دوسرا نفرت کرتا ہے یہ جو جان دینے پہ تیار ہے جس نے لبیک کہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے دل کا تزکیہ کر دیا۔ اب اُس کے دل سے وہ غبار چھٹ گیا۔ اب اِس بات کی لذت اُسے محسوس ہوتی ہے وہ اُس پہ مرنے پہ بھی تیار ہے دوسرے کے دل پہ اتنا زنگ ہے کہ اتنا وہ غبار ہے کہ اُس تک اُس بات کی لذت نہیں پہنچتی تو اُسے وہ باتیں لذت دیتی ہیں جو شیطان نے یا اُس کے اپنے نفس نے زندگی بھر اُس میں رچا بسا رکھی ہیں تو وہ اُس بات سے بدکتا ہے مخالفت کرتا ہے۔

اب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو یہی نعمت نصیب ہوئی اِسی لیے فرمایا ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ تزکیہ کرتا ہے۔ پھر اُنہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ جو تصوّر آ رہا ہے نا پیری مریدی کا اور ہمارے ہاں ایک OVER ALL CONCEPT ہے IN THE MUSLIM WORLD کہ جی ولی اللہ ہوتے ہیں اُن کے پاس جانے سے برکات حاصل ہوتی ہیں یا فیض حاصل ہوتا ہے اُن کے پاس جانا چاہیئے یہ اِس کا کنکشن تھا اِس کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے جس میں ہم نے بہت سے بگاڑ پیدا کر لیے ہیں۔ اصل چیز یہی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو طرح کی جو برکات تھیں تعلیمات اور برکات۔ وہ برکات تزکیہ قلب والی تھیں کچھ کیفیت

کر دینے میں ایک INNER CHANGE کہ آپ گناہ کرنا چاہیں تو دل میں نفرت پیدا ہو جائے اور اگر آپ کر بھی گزریں تو آپ کا دل خون کے آنسو روئے اور آپ مجبوراً توبہ کریں اور آپ متوجہ الی اللہ ہوں کہ مجھے یہ چیز ہضم نہیں ہو رہی اور اگر کیفیت نہ ہو تو آپ سارے جہان کی کتابیں پڑھ لیں کتاب آپ کو کسی گناہ ثواب پہ مجبور نہیں کر سکتی۔۔ THIS IS A KNOWLEDGE ONLY، BUT NO BOOK CAN GIVE YOU A FEELING آپ جان جائیں گے اُس چیز کی ماہیت کو اُس کی کیفیت کو اُس کی WHEREABOUT کو اُس کے نفع و نقصان کو لیکن اُس کے متعلق FEELING کہ آدمی جو شراب پیتا ہے اُس سے اُسے نقصان بھی ہوتا ہے وہ کیا شراب کے نقصانات یا شراب کے اجزائے شراب کیسے بنتی ہے، شراب کا نتیجہ اس سارے کو وہ جانتا نہیں چھوڑ کیوں نہیں دیتا۔ ایک آدمی جوا کھیلتا ہے، وہ کیا جوئے کے اثرات ایک آدمی ہیروئن پیتا ہے تو وہ نہیں دیکھ رہا ہوتا۔ کہ اس کا میری صحت پر کیا اثر ہے یا میری فیملی پہ کیا اثر مرتب ہو رہا ہے۔ یا میرا مال و دولت کس طرح ضائع ہو رہا ہے سارا جانتا ہے۔ تو وہ چھوڑ کیوں نہیں دیتا چونکہ KNOWLEDGE FEELINGS نہیں دیتا اُس کے پاس نالج ہے فیلنگز نہیں ہیں جو اُسے اس چیز سے الگ لے جائیں وہ اُس کے سامنے ہار دیتا ہے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جو FEELINGS دیتا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کی مجلس میں جو پہنچا وہ تابعی بن گیا یعنی وہ فیلنگز OTHERWISE HE GOT THE FEELINGS۔ نمازیں تو یہی پانچ صحابہ کی بھی تھیں۔ پانچ ہم بھی پڑھتے ہیں وہی پانچ تابعین کی بھی تھیں وہی تیس پارے قرآن اُن کے پاس تھا وہی تیس پارے بحمد اللہ ہمارے پاس بھی ہے وہی رمضان کے روزے اُن کے تھے وہی ہمارے ہیں۔

جہاں تک نالج کا یا ایکٹ کا تعلق ہے وہ تو سارا آج بھی وہی ہے لیکن وہ سینہ بسینہ اُن پر جو اظہار مرتب ہوتے تھے اور اُس کے نتیجے میں اُن کے عمل میں جو چمک یا جو کمال آتا تھا وہ ہم میں نہیں اس لیے کہ ہم نے وہ لنک مس کر دیا فیلنگز حاصل کرنے کا۔ یہاں بڑے بڑے تابعین کے بعد پھر تبع تابعین کا زمانہ ہے۔ آئمہ تفسیر ائمہ حدیث یا ائمہ فقہ ہیں۔ یہ سارے لوگ ایسے تھے جنہوں نے بعض اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر قلب قلوب کا تزکیہ کیا وہ فیلنگز حاصل کیں اُس کے ساتھ دینی علوم حاصل کیے اور انہوں نے دنیا تک یہ روشنی پھیلائی پھر ہماری بدقسمتی سے جہاں سے کچھ قابل لوگ اُٹھے وہاں کچھ پیشہ ور آ گئے۔ اس سورس کو بھی ہم نے دنیا کا ذریعہ بنا لیا۔ اور پھر ہمارے اس SUBCONTINENT میں تو اس پر ۹۹.۹٪ رنگ جو ہے وہ ہندوازم سے آ گیا اور پھر ولیوں کا پیروں کا کام یہ ہو گیا ان کو یہ ہماری دنیوی ضرورتیں پوری کرتے ہیں حالانکہ اس کا کوئی مقصد ہی نہیں تھا۔ پیر ہو یا مرید ایک فضا میں جیتے ہیں دونوں کو بھوک لگتی ہے۔ دونوں کو دھوپ ستاتی ہے، دونوں کو پیاس لگتی ہے، دونوں کو نیند آتی ہے۔ دونوں کی بیویاں ہیں، دونوں کے بچے ہیں۔ تو ایک دوسرے کے لیے کیا مافوق الفطرت کام کر سکتا ہے۔ جتنی ضرورتیں میری ہیں اُتنی میرے پیر کی ہیں۔ پھر وہ مجھ سے کوالٹی میں کہاں نمبر لے گیا۔ وہ تو میرے جیسا انسان ہے وہ بیمار پڑتا ہے۔ وہ دوائی کھاتا ہے۔ وہ جرم کرے تو اُسے قانون کے ادارے پکڑ لیتے ہیں، وہ چالان ہوتا ہے، اُسے مارو تو درد ہوتا ہے۔ اُسے نیند آتی ہے، اُسے بھوک ستاتی ہے تو یہی تو میرے پرابلم ہیں۔ ان سے بالاتر ہستی ہو تو میں کہوں کہ اس کے ساتھ تو یہ پرابلم نہیں ہیں یہ میرے بھی حل کر دے گا۔

اُس کے پاس وہ QUALITIES OF FEELINGS ہونی چاہیئے۔ یہ چیزیں نارمل ہیں۔ ایک انسانی

زندگی نارمل ہے۔ آپ نے بھی گزارنی ہے۔ مَیں نے بھی گزارنی ہے۔

آپ بیمار ہوں گے دوائی کھائیں گے۔ مَیں بیمار ہوں گا دوائی کھاؤں گا۔ پیر بیمار ہو گا دوائی کھائے گا۔ یہ ایک نارمل LIFE PATREN سب کا ایک ہوتا ہے۔ سارے انسان ہیں۔ لیکن اُس میں وہ بزرگی کہاں سے آ گئی۔ اُس نے کسی بزرگ سے وہ فیلینگز حاصل کیں۔ اب ہم اگر اُس کے پاس جائیں تو وہ فیلینگز حاصل کرنے کے لیے۔ یہ تو کام تھا جو پیری مریدی کا کسی ولی اللہ کے پاس یا نیک آدمی کے پاس جانے کا جو اسلام نے ہمیں دیا۔

اب اُس میں ہم نے بگاڑ وہ پیدا کیا کہ ہندوؤں کی طرح ہندو جو اپنے بُت سے یا برہمن سے جو توقعات رکھتا ہے وہ ہم نے اپنے پیروں سے یا پیروں کے مزاروں سے رکھ لیں۔ مَیں ایک دن شکار کو گیا تو میرے ساتھ کرنل سلطان بھی تھے اُس دن وہ تھک گیا ایک جنگل میں ہم جنگل میں گئے۔ چوہا سیدن شاہ کے پاس ظہر کا وقت تھا ہم چائے پینے بیٹھ گئے تھرموس کھول کر۔ انہوں نے دیکھا تو بڑے دور سے جو تھے گارڈز وغیرہ وہاں آئے کچھ شکاری تھے تو اُس نے بجائے السلام علیکم کہنے کے ہم سے پہلی بات ہی یہ کہی کہ آپ کے پاس لائسنس ہے۔ مَیں نے کہا کس بات کا پوچھ رہے ہو۔ جی شکار کا۔ مَیں نے کہا اچھا مَیں سمجھا رائفلوں کا پوچھ رہے ہو۔ ہمارے پاس تو اسلحے کا لائسنس بھی نہیں ہوتا تو وہ میری بات سُن کر حیران ہو کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ کہتا ہے آپ فلاں آدمی ہیں مَیں نے کہا تم نے کیسے پہچانا۔ کہنے لگا صرف وہ آدمی ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ مَیں نے کہا بیٹھو پھر چائے پیو اگر تم مجھے جانتے ہو تو پھر بیٹھو چائے پیو۔

وہاں ایک بلند چوٹی پر اُوپر ایک مزار بنا تھا جنگل بیابان کسی طرف دس دس میل کوئی آبادی نہیں تو ہم دُوربینوں سے تو ہیں تو شکار کر رہے تھے جب وہ چوٹی آئی اُس دُوربین میں تو اس پر مَیں نے دیکھا ایک مزار سا بنا ہُوا ہے۔ تو مَیں نے اُس سے پوچھا یار یہ اُوپر مزار کیا ہے۔ کہنے لگا جی ایک بزرگ کی قبر ہے جب آدمی وہاں جائے تو اُس کے جوڑوں کے درد ٹھیک ہو جاتے ہیں مَیں نے کہا یار اگر آدمی اتنی ورزش گھر کرے کہ یہاں سے سٹیپ بائی سٹیپ اُس چوٹی پر جاتے واپس آئے تو میرے خیال میں اگر اتنی ورزش گھر کرے تو بھی اُس کے درد میں کافی افاقہ ہو جائے گا یہ تو بڑی اچھی ایکسرسائز ہے۔ میل ڈیڑھ میل آپ فٹ بائی فٹ اُس ٹیسٹ پر جاتے ہیں پھر واپس آتے ہیں تو آنے تک تو اُس میں نیچرلی کچھ فرق ہونا چاہیئے یہ گھر بھی کی جا سکتی ہے۔ کہنے لگا نہیں جی یہ بزرگ ہے . . . . .

اُس کے بیٹنے سے حاصل کریں کہ تمہیں ہر سجدہ یہ بتائے کہ مَیں نے سجدہ کیا تم اتنی FEELINGS حاصل کرو کہ خطا ہو جائے انسان ہوتے ہوئے گناہ ہو جائے تو تمہارا دل تمہیں پکار پکار کر کہے کہ تمہیں شرم کرنا چاہیئے تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیئے۔

تم وہیں جا کر گڑگڑاؤ وہیں جا کر معافی مانگو۔ اگر یہ بیٹنے سے مل جائیں تو پھر وہ ایوارڈ بھی ملتا رہتا ہے اور چیک بھی ہوتا رہتا ہے اور اگر فیلینگز بھی نہ ہوں۔ اب ایک آدمی کی قوتِ سماعت ہی چلی جائے اُسے آپ گالیاں دیں یا گانا سنائیں کیا فرق پڑتا ہے۔ ایک آدمی کی نظر ہی نہیں ہے اُسے آپ گھوڑے دکھائیں یا گدھوں کے اصطبل میں لے جائیں، پھول دکھائیں یا سبزہ زار کیا فرق پڑتا ہے اِسی طرح جب دل کی فیلینگ چلی جاتی ہے۔ پھر آپ سجدہ کریں یا آپ راگ رنگ دیکھیں تو اس میں وہ چیز ہی نہیں جو یہ چیک کرے کہ اس کا اثر کیا ہے اُس کا اثر کیا ہے تو اس کا سورس ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا وہ لوگ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحیح متبع ہیں، جنہیں ہم ولی اللہ کہتے ہیں۔
میں تو ولی اللہ اُس کو مانتا ہوں جو وہ چیزیں ہمیں دے سکے۔ اِس کے علاوہ جو باقی باتیں ہیں۔ میرا ذاتی تجزیہ یہ ہے کہ ہمارے پیروں میں ہندوازم سے مختلف مذاہب کے آدمی ہیں اسلام میں اِن کا کوئی دخل نہیں ہے آپ دیکھیں نا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری مصیبتیں آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کاٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افلاس کاٹا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم کھائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین سال شعب ابی طالب میں جو حشر ہُوا صحابہ کرام کا کہ وہ پُرانے چمڑے گرم کرکے کھاتے تھے۔ بھُوک سے تنگ آ گئے۔ تو اگر یہ ساری چیزیں نبوّت سے تعلق رکھتیں تو اُن کے لیے اللہ کریم وہاں باغات پیدا کر دیتا فروٹ پیدا کر دیتا، کھاتے پیتے عیش کرتے رہتے لیکن یہ فروٹ اور باغات یہ تو نارمل لائف کا ایک پیٹرن ہے اور وہ تو ایک کافر بھی پا سکتا ہے۔ ایک چور بھی پا سکتا ہے۔ یہ لائف پیٹرن ہے کسی پہ بھوک بھی آ سکتی ہے۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا اُس تنگی میں اُنہیں اپنے اللہ سے یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اپنے دین سے کوئی بیزاری ہوئی۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ایک آدمی پر تنگی کی یہ انتہا ہو جاتی ہے کہ تین سال میں WITH FAMLIES آپ کچھ فیملیز کو شہر سے نکال کر جنگل میں بند کر دیتے ہیں۔ کوئی آدمی اُن سے بات نہیں کرتا اُن کے پاس پیسے ہیں اُن کو کوئی چیز نہیں دیتا وہ کوئی چیز بیچنا چاہیں اُن سے کوئی خریدتا نہیں بات ہی کوئی نہیں کرتا ارد گرد لوگ کھا پی رہے ہیں اور درمیان میں وہ بھُوکے بیٹھے ہیں کوئی آٹا نہیں دیتا پیسے لے کر کوئی نہیں دیتا کوئی بات نہیں سُنتا کوئی دوائی نہیں دیتا کوئی ٹریٹمنٹ نہیں کرتا بچے بلک رہے ہیں بھُوک سے، بیویاں ہیں پریشان ہیں خود ہیں تو تین ماہ مسلسل اُن کی ٹیریبل SITUATION قائم رہتی ہے تو اُس میں دیکھنا یہ ہے کہ WERE THEY HAPPY WITH ALLAH AND WITH THE HOLY PROPHET صلی اللہ علیہ وسلم یا اُنہیں شکایت پیدا ہو گئی کہ جناب ہم کلمہ کیا پڑھ بیٹھے آپ نے تو ہمیں مروا دیا لیکن کوئی نہیں کہتا اِس کا مطلب ہے کہ THEY GOT SOME FEELINGS وہ اس میں بھی خوش تھے کہ یار کچھ بھی ہو جائے جو مزا ہمیں آ رہا ہے نا وہ نہیں جانا چاہیئے تو اگر یہ فیلینگز نہ ہوتیں تو ہماری طرح انسان تھے۔ اب ہم اگر ایک نماز پڑھیں تو ہم کہتے ہیں یار گٹے گوڈے تروڑ لیے ملتی تو کوئی شے نہیں چھوڑو کیا کرنا ہے۔ کون سحری کو اُٹھے کون شام کو جائے تو یہ بات وہ بھی تو کہہ سکتے تھے۔

WHY SHOULD NOT WE GO BACK IN OUR SOCIETY کیا ضرورت ہے بھوکے مرنے کی۔ مکے والے اُنہیں ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ یہ دیوار تو اُن کا اسلام ہی تھا نا یعنی اگر وہ اُسے چھوڑ کر واپس آتے تو پھر کوئی نہیں تھا۔ لیکن انہوں نے بجائے اسلام سے تکلیفیں دُور کرنے کے انہوں نے کہا یہ تکلیفیں آنے دو وہ چیز قیمتی ہے جو اسلام ہمیں دے رہا ہے۔ ہمارے قلوب میں جو آ رہی ہے نا وہ قیمتی ہے۔ بھُوک کاٹ لیں گے، پیاس کاٹ لیں گے، دشمنی برداشت کر لیں گے۔ یہ پریشر معاشرے کا اسے رہنے دو۔ لیکن وہ چیز آنے دو جو ہمیں اِس طرف سے آئے تو اصل چیز تو وہ ہے نا اگر وہ کرے اللہ کرے نعیب ہو جائے کوئی ایسا آدمی کوئی ایسا انسان کوئی ایسا شخص جو فیلینگز دے دے وہی پیر بھی ہے بزرگ بھی ہے تو ہمیں وہ ایک راستے پر ڈال دے اور اُس کے لئے آدمی لگا تو رہتا ہے اور اللہ قبول کرے۔ ہمارا یہ موروثی اسلام اور اس پہ ہمیں معاف کر دے لیکن معافی پا لینا اور بات ہے اور قرب حاصل کرنا بالکل مختلف چیز ہے۔ بالکل ہی مختلف چیز ہے۔

دار العرفان

وقار عزیز، جماعت دھم
صقارہ اکادمی دار العرفان منارہ

چکوال اور خوشاب کے درمیان ایک خوبصورت اور صحت افزا علاقہ ہے جسے علاقہ ونہار کہا جاتا ہے۔ اِس علاقے کی سب سے خوبصورت پہاڑی اور نور پور اور منارہ کے درمیان ایک سنسان جگہ پر ایک شاندار عمارت کھڑی ہے۔ اِس عمارت کے احاطہ کو "دار العرفان" کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔

نور پور اور منارہ کے درمیان چکوال سے تقریباً ۳۲ میل کے فاصلے پر یہ عمارت ایک پُر فضا منظر پیش کرتی ہے۔ اِس عمارت کے دائیں جانب "پیرٹہ" نامی ایک جگہ ہے جہاں دو ہوٹل اور چند دوکانیں ہیں۔ یہاں کان کنی کے دفتر ہیں۔ بائیں طرف ۵ کلومیٹر تک کوئی آبادی نہیں۔ جبکہ سامنے اور پچھلی جانب قدرت کی حسین وادیاں ہیں۔

"دار العرفان" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ "معرفتِ الٰہی کا گھر" یعنی، وہ جگہ جہاں اللہ سے پہچان اور اللہ کے ساتھ تعلق کو پختہ کیا جاتا ہے۔ جس کا تعلق انسان کی رُوح سے ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہاں ذکرِ قلبی کرایا جاتا ہے یعنی قلب کو ذاکر بنانا اور رُوح کی مسخ شدہ شکل کو صحیح بنانا۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا۔

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے کثرت کا حکم دیا ہے۔ کثرت زبان کا کام نہیں بلکہ دل کا کام ہے۔ زبان سے انسان درود شریف استغفار کرتا ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد انسان تھک جاتا ہے۔ اگر اللہ کا نام دل کو سکھا دیا جائے تو یہ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہر وقت اللہ کا نام لیتا رہتا ہے۔

"دار العرفان روئے زمین پر ایک ایسا مرکز ہے جہاں قلب کو ذاکر، رضائے الٰہی، اس پر پختہ یقین، قیامت کے دن نجات اور قربِ الٰہی کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ اور انسان ذاکر کہلاتا ہے۔ ذاکرین کی یہ جماعت دُنیا کے ہر ملک اور ہر شہر میں موجود ہے۔

جس طرح اگر کوئی گاڑی خراب ہو جائے تو اسے ورکشاپ میں بھیجا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی مرمت کی جاسکے۔ اسی طرح یہ جماعت جب اپنے مرکز سے دُور رہتی ہے تو ان کے مجاہدے میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہاں ہر سال چالیس روزہ اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں دُور دراز کے علاقوں سے لوگ آتے ہیں اور شیخ کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے ہیں اور اپنی سستی کو دُور کرتے ہیں۔

اس سلسلہ عالیہ کو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کہتے ہیں اور شیخ سلسلہ مدظلہ العالی جناب حضرت مولانا محمد اکرم اعوان ہیں۔ جو کہ ایک بہت شریف النفس، عالی مرتبت بزرگ اور بہت بڑے ولی اللہ ہیں۔ ان کی اپنی ذاتی زندگی ایک مجاہد کی سی ہے جو بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے جدوجہد کر رہا ہے۔

اس دور کی ظلمت میں جب ہر شخص پریشان ہے۔ دُنیا سے دینِ اسلام اُٹھ چکا ہے۔ مسلمان اپنے راستے سے بھٹک چکے

ہیں۔ مسلمان ہیں تو سہی لیکن نام کے جن میں مسلمانوں کے اوصاف نہیں سارے کام، عادات، خصائل غیر مسلموں جیسی ہیں اور اسی وجہ سے مسلم ممالک تنزل کا شکار ہو چکے ہیں۔ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اسلام کی اس ڈوبتی ناؤ کو سہارا دینے کے لیے پہلا ستون یہ جماعت ہے۔ جبکہ اس جماعت کے اکابرین نے اسلام کو عظیم مجاہد، سچے اور کھرے مسلمان مہیا کرنے کے لیے درسگاہ کا آغاز کیا ہے جسے صقارہ اکادمی کہتے ہیں جس طرح دارالعرفان کی بنیاد عظیم مقصد کے حصول کے لیے اولیاء اللہ نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی اسی طرح یہ اکیڈمی بھی اس کا پرتو ہے۔ اکابرین نے اس کا مقصد و منزل آسمانوں سے آگے دیکھی ہے وہ مسلمانوں کو ثریا تک لے جانا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے تحت اس اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا۔

اس اکیڈمی کا افتتاح صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق شہید نے ۱۹۔ جنوری ۱۹۸۷ء کو اپنے دستِ مبارک سے فرمایا۔ یہاں آٹھویں، نویں اور دسویں کے طلباء زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں۔

کسی ملک کی ترقی کا انحصار بلاشبہ اس کی نئی نسل پر ہوتا ہے لیکن اس ملک کی تو بات ہی بالکل اُلٹ ہے۔ طلباء پڑھنے کی بجائے لڑائی جھگڑے اور غنڈہ گردی کے لیے درسگاہوں میں جاتے ہیں۔ ہاتھوں میں کتابوں کی جگہ کلاشنکوف نے لے لی ہیں۔ نوجوان نسل بے راہ اور تن آسان ہو گئی ہے۔ بقول اقبالؒ

؎ تیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالین ایرانی
لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

پھر بھلا ایسا ملک کیونکر ترقی کر سکتا ہے۔ یہ کوشش بھی صقارہ اکیڈمی کے نصب العین میں شامل ہے۔ یہاں تمام بچے پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ ذکر و اذکار کی محفلیں ہوتی ہیں بچوں کو دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ان کو اسلام کا سچا اور وفادار سپاہی بنایا جاتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک اعلےٰ درسگاہ اور بہترین دینی مدرسہ ہے۔

صقارہ اکیڈمی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک ہوسٹل جہاں لڑکے رہائش پذیر ہیں اور دوسری سکول کی عمارت۔ جو کہ بہت شاندار ہے۔ اکیڈمی کے پرنسپل ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل تنویر الرحمٰن ہیں جو ایک اعلیٰ منتظم ہیں۔

دارالعرفان میں ضروریاتِ زندگی کی تقریباً سبھی اشیاء مل جاتی ہیں۔ یہاں ہر قسم کی سہولیات میسر ہیں جن میں ہسپتال، کینٹین اور دھوبی کی سہولیات شامل ہیں۔ پانی کی قلت کو دور کرنے کے لیے بڑے بڑے حوض اور ٹینک بنائے گئے ہیں۔

اس عظیم ادارے کے عظیم مشن میں اللہ نے اس کی مدد کی اور تین سال سے اس ادارے نے بورڈ میں پوزیشنیں حاصل کی ہیں۔ ہماری اکیڈمی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اللہ اسے دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ اور یہ ادارہ تا قیامت قائم رہے۔ آمین

دُعائے مغفرت

شیر محمد صاحب (ڈومیلی ضلع جہلم) جو سلسلہ کے پُرانے ساتھیوں میں سے تھے وفات پا گئے ہیں۔ ان کی مغفرت اور ترقّی درجات کے لیے دُعا کی درخواست ہے۔

ضرورت ڈیلر

ہمارے ٹائر ٹیوب کے کاروبار میں حالیہ توسیع کے پیشِ نظر صوبہ سندھ و بلوچستان کے بڑے بڑے شہروں میں ٹائر ٹیوب سپلائی کرنے کے لیے سلسلہ کے ساتھی جو اپنے طور پر کام کرنا چاہیں بطور ڈیلرز درکار ہیں۔

کاروبار میں پہلے سے شریک ساتھیوں میں سے ایک ساتھی عرصہ دراز کے لیے بیرونِ ملک جا رہے ہیں اِن کی جگہ کوئی ساتھی بھی کاروبار میں ذاتی طور پر یا غائبانہ شرکت کر سکتے ہیں۔ گارنٹی کے ساتھ معقول ماہانہ نفع ملے گا۔ انشاءاللہ

المشتھر

شرکاءِ اویسیہ سفریات

A1/۶ - الکرم اسکوائر بلاک ۴ - کراچی ۱۹

فون کراچی

دفتر/رہائش : ۶۸۴۰۸۸

دکان : ۶۷۲۰۱۲

ضرورت سٹاف

صفارہ اکیڈمی دارالعرفان کے لیے مندرجہ ذیل سٹاف کی ضرورت ہے۔

(۱) ٹیچر، میٹرک کلاسز کے لیے (ا) سائنس (ب) انگلش

(۲) کوالیفائڈ پی ٹی آئی

(۳) مالی (۴) خاکروب (۵) باورچی (۶) دفتری۔

تنخواہ گورنمنٹ سکیل کے مطابق۔ زیادہ تجربہ رکھنے کی صورت میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

تمام کوائف اور پاسپورٹ سائز فوٹو کے ساتھ پرنسپل صفارہ اکیڈمی دارالعرفان سب آفس نور پور (چکوال) کو روانہ کیجئے۔

سرار التنزیل

	غیر مجلد	مجلد آرٹ پیپر
جلد اوّل	۱۰۰/-	۱۹۰/-
جلد دوم	۸۰/-	۱۳۰/-
جلد سوم	۷۰/-	۱۳۰/-
جلد چہارم	۸۰/-	۱۳۰/-

منی آرڈر یا ڈرافٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں

اویسیہ کتب خانہ۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ۔ لاہور

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر
حصّہ دوم بھی چھپ چکا ہے۔

جس میں سفر بیتی ہے، سیر بیتی ہے، مزاح بھی ہے، تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اِس مُقدس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حُسن اور مقصدیت بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت: ۱۲۰ روپے

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255